محمد بن قاسمؒ نے سندھ میں اپنی حکومت کا جو نظم و نسق قائم کیا وہ اعتدال اور رواداری کی روشن مثال ہے (ہسٹری آف جہانگیر ص ۸۸/۸۹)

عظیم اسلامی سپہ سالار محمد بن قاسم ثقفی شہیدؒ

مؤلف

ابوطوبیٰ کونین مولانا محمد سراج الدین مدنی

استاذ/مدرسہ مدینۃ العلوم رام نگرم کرناٹک

تفصیلات

نام کتاب	:	عظیم اسلامی سپہ سالار محمد بن قاسم ثقفی شہیدؒ
مؤلف	:	ابوطوبیٰ کونین مولانا محمد سراج الدین مدنی
		استاذ / مدرسہ مدینۃ العلوم رام نگرم کرناٹک
اشاعتِ اول	:	
تعداد	:	
قیمت	:	۸۰

ناشر

مکتبہ محمد بنِ قاسم علیہ الرحمۃ : مکتبہ صلاح الدین ایوبی علیہ الرحمۃ

مقدمہ

مؤرخ اسلام حضرت مولانا محمد الیاس صاحب ندوی بھٹکلی دامت برکاتہم
(جنرل سکریٹری مولانا ابوالحسن علی ندوی اسلامک اکیڈمی بھٹکل)

الحمدللہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ وصحبہ اجمعین، اما بعد

تاریخ کسی بھی قوم کا تہذیبی وثقافتی سرمایہ ہے جس کی روشنی میں نئی نسل اپنے روشن مستقبل کی تعمیر کا فریضہ انجام دیتی ہے۔

اسلامی تاریخ کے تابناک نقوش اور اس کے روشن وسنہرے ابواب نہ صرف اہلِ ایمان واسلام کے لیے بلکہ پوری انسانیت کے لیے بھی مشعلِ راہ ہیں لیکن افسوس کہ یورپی ومغربی مؤرخین نے اسلامی تاریخ کو ایک منصوبہ کے تحت ہمیشہ مسخ کرنے کی کوششیں کیں اور اس میں ان کو بڑی حد تک کامیابی بھی ملی ،خاص کر برصغیر کے مسلم حکمرانوں کی تاریخ کو انھوں نے اس طرح مسخ کر دیا کہ برادرانِ وطن کی نئی نسل اسلام اور مسلمانوں سے متنفر ہونے لگی اور نیک دل مسلم حکرانوں کی ایک بڑی تعداد ان کو ظالم وجابر نظر آنے لگی، ان ہی مظلوم مسلم شخصیات میں حضرت اورنگ زیب عالم گیرؒ اور حضرت ٹیپو سلطان شہیدؒ کے ساتھ فاتحِ سندھ محمد بن قاسمؒ کی شخصیت بھی ہے، محمد بن قاسم کی طرف اپنی غیر مسلم رعایا کے ساتھ ظلم وزیادتی کی ایسی باتیں منسوب کی گئیں جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں تھا، حالانکہ کم عمری میں اپنی جرأت وبہادری اور اسلام کے لیے اپنے جذبہ صادق وقربانیوں کی وجہ سے وہ ہماری نوجوان نسل کے لیے نمونہ تھے۔

ضرورت تھی کہ نئی نسل کے سامنے ان مظلوم شخصیات کے حوالے سے صحیح حقائق پیش کیے جائیں اور اسلام ودین متین کے لیے ان کی قربانیوں وخدمات کو تفصیل کے ساتھ منظرِ عام پر لایا جائے، الحمدللہ اس سلسلے میں مختلف مسلم مؤرخین نے ہی نہیں بلکہ غیر جانب دار غیر مسلم مؤرخین کی طرف سے بھی تحقیقی کتابیں منظرِ عام پر آچکی ہیں۔

زیرِ نظر کتاب بھی اسی سلسلے کی ایک مختصر لیکن کامیاب کوشش ہے جس میں برادرِ عزیز مولوی محمد سراج الدین صاحب مدنی نے بڑی تفصیل سے محمد بن قاسم کی شخصیت کا تاریخی جائزہ پیش کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے اور ان کی مظلومیت کے حوالے سے غیر مسلم مؤرخین کی تحقیقات بھی پیش کی ہیں۔

برادر موصوف ہمارے صوبہ کے تاریخی شہر رام نگرم کے مدرسہ مدینۃ العلوم میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں، ان کی اس تحریر سے ان کے علمی وفکری اور تاریخی ذوق کا اندازہ ہوتا ہے، میں ان کو ان کی اس کامیاب علمی کاوش پر دل کی گہرائیوں سے مبارک باد دیتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ ان کا یہ علمی سفر جاری رہے گا اور ان کے قلم سے دوسرے تاریخی موضوعات پر بھی ہمیں ان کے رشحاتِ قلم کو پڑھنے کا موقع ملے گا۔

اللہ تعالیٰ ان کی اس علمی کاوش کو قبولیت سے نوازے اور اس کے فائدہ کو عام وتام فرمائے، آمین۔

دعا گو

(حضرت مولانا) محمد الیاس (صاحب) ندوی بھٹکلی

استاد جامعہ اسلامیہ بھٹکل

وجنرل سکریٹری مولانا ابوالحسن علی ندوی اسلامک اکیڈمی بھٹکل

۸ر جمادی الاولیٰ ۱۴۴۲ھ، ۲۴ر دسمبر ۲۰۲۰

عرضِ مرتب

ہر قوم کی تعمیر میں اس کی تاریخ ایک اہم حصہ لیتی ہے، تاریخ ایک آئینہ ہے جس کو سامنے رکھ کر قومیں اپنے ماضی وحال کا موازنہ کرتی ہیں اور یہی ماضی اور حال کا موازنہ ان کے مستقبل کا راستہ تیار کرتا رہتا ہے ماضی کی یاد مستقبل کی امنگوں میں تبدیل ہو کر ایک قوم کے لیے ترقی کا زینہ بن سکتی ہے اور ماضی کے روشن زمانے پر بے علمی کے نقاب ڈالنے والی قوم کے لیے مستقبل کے راستے بھی تاریک ہو جاتے ہیں۔

مسلمانوں کے ماضی کی داستان دنیا کی تمام قوموں کی تاریخ سے زیادہ روشن ہے، اگر امتِ مسلمہ غفلت اور جہالت کے پردے اٹھا کر اس روشن زمانے کی معمولی سی جھلک بھی دیکھ سکیں تو مستقبل کے لیے انہیں ایک مشاہراہِ عمل نظر آئے گی جو کہکشاں سے زیادہ درخشاں ہے۔

تاریخی حقائق اس بات کے گواہ ہیں کہ جب قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں نے اسلامی اصولوں کو اپنا شعار بنا کر علمی میدان میں قدم رکھا تو دیکھتے ہی دیکھتے پوری دنیا کو زیرِ نگین کر لیا، مسلمان دانشوروں، سکالروں اور سائنسدانوں نے علم وحکمت کے خزانوں کو صرف اپنی قوم تک محدود نہیں رکھا بلکہ دنیا کی پسماندہ قوموں کو بھی استفادہ کرنے کا موقعہ فراہم کیا۔ چنانچہ اس وقت کی پسماندہ قوموں نے جن میں یورپ قابلِ ذکر ہے مسلمان سکالروں سے سائنس اور فلسفہ کے علوم بدرس حاصل کئے۔ یورپ کے سائنسدانوں نے اسلامی دانش گاہوں سے باقاعدہ تعلیم حاصل کر لی اور یورپ کو نئے علوم سے روشناس کیا۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ مسلم ملت جس نے دنیا کو ترقی اور عروج کا سبق پڑھایا آج انحطاط کا شکار ہے جس قوم نے علم وحکمت کے دریا بہا دیئے آج ایک ایک قطرے کے لیے دوسرے اقوام کی محتاج ہے۔ وہی قوم جو دنیا کی عظیم طاقت بن کر ابھری تھی آج ظالم اور سفاک طاقتوں کے سامنے بے بس نظر آ رہی ہے۔ اس کے کئی وجوہات ہیں جن میں سے ایک امتِ مسلمہ کا اپنی روشن تاریخ سے غفلت اور ناواقفیت ہے اسی کا فائدہ اٹھا کر بعض غیر محتاط اور متعصب مؤرخین نے اسلامی تاریخ کو اس طرح بگاڑا ہے کہ آج کی نئی نسل اپنے اسلاف سے بدظن ہو چکی ہے اور ان کی روشن تاریخ کو اپنے ہی منہ سے سیاہ قرار دینے لگی ہے۔

برصغیر میں ایک ہزار برس تک مختلف مسلمان حکمرانوں نے حکومت کی۔ لیکن ان میں سے کچھ ایسے تھے جن کی شخصیت وکردار میں کسی اعتبار سے انفرادیت تھی۔ اپنی ذاتی کاوشوں سے وہ ممتاز ومنفرد ثابت ہوئے یا پھر ان کے منفرد کردار نے برصغیر کی تاریخ کا دھارا موڑ دیا۔ یہ تمام حکمران باہمت، بیدار مغز، قوتِ عمل کے مالک اور تعصب سے پاک تھے ان تمام حکمرانوں کو زبردست مشکلات ومصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن انہوں نے مخالفتوں اور حوصلہ شکن حالات میں ہمت نہ ہاری اور مسلسل جدوجہد کی بدولت آخر کار مثالی کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔ ان ہی میں سے ایک عظیم اسلامی سپہ سالار محمد بن قاسمؒ بھی ہیں جن کی شجاعت وبسالت رافت ورحمت فہم وفراست، جود وسخا، بدل وعطا، عفو وحلم، حق گوئی وبیباکی، اپنوں اور غیروں کے ساتھ ہمدردی ورواداری کی ایسی مثالیں پیش کی ہیں کہ اپنے تو اپنے غیر مسلم مؤرخین بھی ان کی ستائش کئے بغیر نہیں رہے۔ اس کتاب میں انہی ساری باتوں کو پیش کیا گیا ہے اس کتاب سے ہم کو اپنے روشن ماضی سے آگہی حاصل ہوگی جس سے حال کو سنوارنے میں مدد ملے گی اور درخشندہ مستقبل کی جانب پیش قدمی ممکن ہو سکے گی۔ ان شاء اللہ

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب کو امتِ مسلمہ کے لیے بیداری کا ذریعہ بنائے اور اسے قبولیت عامہ وخاصہ عطا فرمائے اور عوام وخواص کے لیے اس کو نافع بنائے اور بندہ عاجز کے لیے نجات کا سرمایہ بنائے۔ آمین یا رب العالمین وصلی اللہ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ

اجمعین۔

ابوطوبیٰ کونین مولانا محمد سراج الدین مدنی

استاذ مدرسہ مدینۃ العلوم رام نگرم کرناٹک انڈیا

۱۳؍رجب المرجب ۱۴۴۲ھ،۲۶؍فروری ۲۰۲۱ بروزِ جمعہ

مقدمہ

تاریخ کی لغوی اور اصطلاحی تعریف

(۱) تاریخ لغت میں ان احوال و واقعات کو کہتے ہیں جن سے کوئی فرد یا قوم گزرتی ہے (القاموس الوحید ج ۱ ص ۱۱۸)

(۲) اصطلاح میں علمِ تاریخ اس علم کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ بادشاہوں فاتحوں اور مشہور شخصوں کے حالات اور گزرے ہوئے مختلف زمانوں کے عظیم الشان واقعات و مراسم وغیرہ معلوم ہوسکیں اور جو زمانہ گزشتہ کی معاشرت اخلاق، تمدن وغیرہ سے واقف ہونے کا ذریعہ بن سکے (تاریخِ اسلام ج ۱ ص ۲۱)

تاریخ کی اہمیت وضرورت

قوموں کی زندگی میں تاریخ کی اہمیت وہی ہے جو کہ ایک فرد کی زندگی میں اس کی یادداشت کی ہوتی ہے جس طرح ایک فردِ واحد کی سوچ شخصیت کردار اور نظریات پر سب سے بڑا اثر اس کی یادداشت کا ہوتا ہے اسی طرح ایک قوم کے مجموعی طرزِ عمل پر سب سے زیادہ اثر انداز ہونے والی چیز اس کی تاریخ ہوتی ہے کوئی بھی قوم اس وقت تک اپنی اصلاح نہیں کر سکتی جب تک وہ اپنے اسلاف کی تاریخ اور ان کی خدمات کو محفوظ نہ رکھے کیوں کہ ہمارے اسلاف کی تاریخ ہمارے دل و دماغ میں ایک بابرکت جوش پیدا کر دیتی ہے کہ جس کے ذریعہ ہمارے حوصلے بلند ہوجاتے ہیں اور استقامت کے ساتھ راہِ حق پر چلنا نصیب ہوتا ہے بنی اسرائیل کیسی عظیم الشان قوم تھی کہ اپنے بارے میں خود کہا کرتی تھی نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ (سورۃ المائدہ آیت ۱۸) کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے دوست ہیں لیکن جب وہ اپنے بزرگوں کے حالات سے بےخبر ہوگئے تو راہِ حق سے ہٹ گئے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اذْكُرُوْا (سورۃ البقرۃ آیت ۴۰) کے الفاظ سے بار بار ان کو مخاطب فرمایا اور ان کے بزرگوں کے حالات کو یاد دلایا ہے، اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو عبرت حاصل کرنے کے لئے کلامِ پاک میں جابجا امم سابقہ کے حالات یاد دلائے ہیں کہ فلاں قوم نے اپنی بداعمالیوں کے کیسے نتائج دیکھے اور فلاں قوم اپنے اعمالِ حسنہ کی بدولت کیسی کامیاب ہوئی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہؓ کے سامنے بھی پچھلی قوموں کا تذکرہ کرکے تسلی دیا ہے اور یہ بھی بتایا کہ پچھلی قوموں کا تذکرہ کرنے سے مؤمنین کو فائدہ ہوتا ہے جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے نَتْلُوْا عَلَیْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰی وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ (سورۃ القصص آیت ۳) کہ ہم ایمان والے لوگوں کے فائدے کے لئے تمہیں موسیٰ اور فرعون کے کچھ حالات ٹھیک ٹھیک پڑھ کر سناتے ہیں سورۂ قصص میں سب سے پہلے حضرت موسیٰؑ کا قصہ پہلے اجمال کے ساتھ پھر تفصیل کے ساتھ بیان ہوا ہے نصف سورت تک موسیٰؑ کا قصہ فرعون کے ساتھ اور آخر سورت میں موسیٰؑ کا قصہ قارون کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے صاحبِ تفسیر المظہری کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پچھلے قوموں کے احوال و واقعات مؤمنین کے سامنے ذکر کرتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ فَاِنَّهُمْ هُمُ الْمُنْتَفِعُوْنَ (تفسیر المظہری ج ۷ ص ۱۵۰) مؤمنین ہی کو اس سے فائدہ حاصل ہوتا ہے یہی وجہ تھی تمام انبیاءؑ نے جب کبھی کسی قوم کو ہلاکت سے بچانے اور عزت و سعادت سے ہمکنار بنانے کی کوشش فرمائی ہے تو اس قوم کو ماضی کی تاریخ یاد دلایا ہے آدمؑ نوحؑ اور دیگر انبیاء کرامؑ کے واقعات اور فرعون ہامان نمرود قومِ عاد اور قومِ ثمود وغیرھم کے حالات قرآن کریم میں اس لئے مذکور ہیں کہ ہم ان سے فائدہ اٹھا سکیں اور بہترین فائدہ اٹھانا یہی ہے کہ ہمارے اندر نیک کاموں کے کرنے کی

ہمت اور برے اعمال سے دور رہنے کی جرأت پیدا ہو اور ہم اپنے حال کو بہترین مستقبل کا ذریعہ بنا سکیں اس لئے کہ تاریخ کا مطالعہ حال اور مستقبل کی اصلاح کے لئے ضروری ہے جو قوم اپنے ماضی سے واقف نہیں ہوتی وہ حال اور مستقبل کی صحیح منصوبہ بندی نہیں کر سکتی اصلاحِ حال و مستقبل کی منصوبہ بندی کے لئے تاریخ کا مطالعہ از حد ضروری ہے تمام یہود و نصاریٰ تاریخِ اسلام کا عمیق مطالعہ کر کے اس سے حاصل ہونے والی حکمتوں سے بھرپور استفادہ کر رہے ہیں۔

ایک واقعہ قابلِ ذکر ہے کہ مطابق ۱۹۷۳ میں عرب اور اسرائیلی جنگ میں عربوں کی شکست کے بعد اسرائیلی وزیراعظم گولڈ مائر سے اسلحہ خریدنے کے بارے میں حکمتِ عملی کے بارے میں سوال کیا گیا تو اُس کا جواب تھا کہ میں نے یہ استدلال مسلمانوں کے نبی محمد ﷺ کے حالاتِ زندگی کے مطالعہ سے معلوم کیا تھا کیوں کہ جب محمد ﷺ کا وصال ہوا تو اُن کے گھر میں اتنی رقم نہیں تھی کہ چراغ جلانے کے لئے تیل خریدا جا سکے لیکن اُس وقت بھی محمد ﷺ کے حجرے کی دیواروں پر تلواریں لٹک رہی تھیں اس لئے میں نے فیصلہ کیا کہ اگر مجھے اور میری قوم کو بھوکا رہنا پڑے یا پختہ مکانوں کے بجائے خیموں میں زندگی بسر کرنا پڑے تو بھی اسلحہ خریدیں گے خود کو مضبوط ثابت کریں گے اور فاتح کا اعزاز پائیں گے یہ حیرت انگیز واقعہ مسلمانوں کو جھنجھوڑ رہا ہے کہ سیرت النبی ﷺ سے ایک یہودی نے تو سبق حاصل کر لیا لیکن مسلمان ان سب تواریخ سے ناواقف ہیں۔

مسلمانوں کی بلندی و پستی کا راز

مسلمانوں کے ماضی کی داستان دنیا کی تمام قوموں کی تاریخ سے زیادہ روشن ہے دنیا کی تمام قوموں میں صرف مسلمان ہی وہ قوم ہے جو سب سے زیادہ شاندار تاریخ رکھتی ہے اور سب سے بڑھ کر اپنے بزرگوں کے کارناموں کی نسبت ایسا یقینی علم حاصل کر سکتی ہے جو ہر قسم کے شک و شبہ سے پاک ہے دنیا کی کسی قوم کے پاس ہماری خلافت اسلامیہ جیسی جو ۱۳۰۰ سال تک دنیا میں قائم رہی مثال موجود نہیں ہے نہ کسی قوم نے انسانوں کو ایسے تحفے دئے جیسے اسلام نے دئے اسلام کا سب سے بڑا تحفہ توحید ہے جو اب دنیا میں مسلمانوں کے علاوہ کسی کے پاس موجود نہیں ہے اسی طرح اسلام نے مساواتِ انسانی اور امن و امان کا پیغام دیا ہے یہی وجہ تھی کہ اسلام ہر ملک میں پھیلتا چلا گیا اور ہر ملک کے باشندے خوشی بخوشی اسلام میں داخل ہونے لگے اگر اسلامی خلافت کے وسعت کی بات کی جائے تو ایک وقت وہ بھی آیا کہ وسعت کے لحاظ سے اس کی حدود یورپ میں بوڈا سے شروع ہو کر مشرق میں ہمدان بصرہ اور جنوب میں حجاز و یمن اور آفریقہ میں مصر ،سوڈان ، لیبیا کو پار کر کے الجزائر تک پہونچتی تھیں مسلمانوں نے اپنی پوری تاریخ میں کبھی اتنی بڑی سلطنت پر حکومت نہیں کی جس کی وسعت تین براعظموں، ایشیا و آفریقہ اور یورپ پر پھیلی ہوئی ہو، امریکہ کے مشہور عالم کا کہنا ہے کہ دنیا کی تاریخ میں کوئی مذہب اتنی جلدی اور اس قدر وسعت کے ساتھ نہیں پھیلا جتنا کہ مذہبِ اسلام تھوڑے ہی عرصہ میں کوہِ الٹائی سے لے کر بحر الکاہل تک اور ایشیا کے مرکز سے آفریقہ کے مغربی کناروں تک جا پہنچا (آئینہ حقیقت نما ج ۱ ص ۵۴) جرمن مستشرق عمانویل ڈیوش لکھتا ہے کہ قرآن مجید کی مدد سے عربوں نے سکندر اعظم اور رومیوں کی سلطنت سے بڑی دنیا فتح کر لیا فتوحات کا جو کام رومیوں سے سیکڑوں برسوں میں ہوا تھا عربوں نے اسے اس کے دسویں حصہٴ وقت میں انجام پر پہنچایا اسی قرآن کی مدد سے تمام اقوام میں صرف عرب ہی یورپ میں شاہانہ حیثیت سے داخل ہوئے ان

عربوں نے بنی نوعِ انسان کو روشنی دکھلائی جب کہ چاروں طرف تاریکی چھائی ہوئی تھی (آئینہ حقیقت نماج ۱ص ۵۹) جب تک مسلم قوم اپنے ماضی کو سامنے رکھ کر زندگی گزارتی رہی کامیابی قدم چومتی رہی جیسے ہی مسلم قوم اپنے ماضی سے کٹ گئی اور اپنے اسلاف کے کارناموں کو بھول گئی اور بداعمالیوں میں ملوث ہوگئی اور شریعت سے دوری اختیار کرلی تو آج پوری دنیا میں ذلیل ورسوا ہو رہی ہے اور ہر میدان میں شکست کا سامنا ہے اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ اس امتِ مسلمہ کو پھر سے اپنی ماضی کی طرف لوٹنے کی توفیق دے اور اپنے اسلاف کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔آمین یارب العالمین

کسی شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے:

اب فقط شور مچانے سے نہیں کچھ ہوگا
صرف ہونٹوں کو ہلانے سے نہیں کچھ ہوگا

زندگی کے لئے بے موت ہی مرتے کیوں ہو
اہلِ ایمان ہو تو شیطان سے ڈرتے کیوں ہو

سارے غم سارے گِلے شکوے بھلا کے اٹھو
دشمنی جو بھی ہے آپس میں بھلا کے اٹھو

اب اگر ایک نہ ہو پائے تو مٹ جاؤ گے
خشک پتوں کی طرح تم بھی بکھر جاؤ گے

خود کو پہچانو کہ تم لوگ وفا والے ہو
مصطفٰی والے ہو مؤمن ہو خدا والے ہو

کفر دم توڑ دے ٹوٹی ہوئی شمشیر کے ساتھ
تم نکل آؤ اگر نعرۂ تکبیر کے ساتھ

اپنے اسلام کی تاریخ الٹ کر دیکھو
اپنا گزرا ہوا ہر دور پلٹ کر دیکھو

تم پہاڑوں کا جگر چاک کیا کرتے تھے
تم تو دریاؤں کا رُخ موڑ دیا کرتے تھے

پھرتے رہتے تھے شب وروز بیابانوں میں
زندگی کاٹ دیا کرتے تھے میدانوں میں

رہ کے محلوں میں ہر آیتِ حق بھول گئے

عیش وعشرت میں پیمبر کا سبق بھول گئے

ٹھنڈے کمرے حسین محلوں سے نکل کر آؤ

پھر سے تپتے ہوئے صحراؤں میں چل کر آؤ

راہِ حق میں بڑھو سامانِ سفر باندھو

تاج ٹھوکر پہ رکھو سر پر عمامہ باندھو

تم جو چاہو تو زمانے کو ہلا سکتے ہو

فتح کی ایک نئی تاریخ بنا سکتے ہو

خود کو پہچانو تو سب اب بھی سنور سکتا ہے

دشمنِ دین کا شیرازہ اب بھی بکھر سکتا ہے

تاریخ کے فوائد

تاریخ کا مطالعہ حوصلہ کو بلند کرتا ہے، اور ہمت کو بڑھاتا ہے، نیکیوں کی ترغیب دیتا ہے، اور برائیوں سے روکتا ہے، اور تاریخ کے مطالعہ سے دانائی اور بصیرت ترقی کرتی ہے، اور دور اندیشی بڑھتی ہے، اور حزم واحتیاط کی عادت پیدا ہوجاتی ہے، دل سے رنج وغم دور ہوکر مسرت وخوشی میسر ہوتی ہے تاریخی کتابوں کا مطالعہ کرنے والوں میں فیصلے کی قوت بڑھ جاتی ہے، تاریخی مطالعہ سے صبر وشکر کی صفت پیدا ہوجاتی ہے، اور دل ودماغ میں ہر وقت تازگی اور نشونمائی کی کیفیت موجود رہتی ہے، تاریخی مطالعہ کے ذریعہ انسان ہر وقت اپنے آپ کو بادشاہوں ، فاتحوں، ولیوں، حکیموں، عالموں، اور باکمالوں کی مجلس میں موجود دیکھتا ہے اور ان تمام معززین سے استفادہ کرتا ہے بڑے بڑے بادشاہوں، وزیروں، سپہ سالاروں اور حکیموں سے جو غلطیاں سرزد ہوئیں یہ ان سے محفوظ رہ سکتا ہے تاریخ سے عدمِ واقفیت کی بنا پر آج اقوام میں جھگڑے ہوتے ہیں اقوام میں امن کے قیام اور آپسی پیام ومحبت کے ماحول کو فروغ دینے میں تاریخ کا بہت اہم رول ہے۔

تاریخ صرف ماضی کی کہانی ہی نہیں ہوتی بلکہ مستقبل کی تشکیل کا قطب نُما ہوتی ہے (ترکی صدر رجب طیب اردوغان)

ابو طوبیٰ کونین مولانا محمد سراج الدین مدنی

استاذ مدرسہ مدینۃ العلوم رام نگرم کرناٹک انڈیا

۱۳/رجب المرجب ۱۴۴۲ھ، ۲۶/فروری ۲۰۲۱ بروزِ جمعہ

عظیم اسلامی سپہ سالار محمد بن قاسم ثقفیؒ

قبیلۂ بنوثقیف کی ایک شاخ بنو مالک میں سے بنوابی العاصی نے عہدِ فاروقی میں اپنے مجاہدانہ کارناموں سے ہندوستان کو دینِ اسلام سے رُوشناس کرایا اور عرب وہند میں سلسلۂ تعارف و تعلق جاری ہوا یہاں تک کہ اسی قبیلہ کی دوسری شاخ احلاف میں سے بنوابی عقیل کے افراد نے خلیفہ ولید اموی کے دور میں اس ملکِ ہند کو فتح کر کے اسلام اور مسلمانوں کا وطن بنایا، یوں تو اُس دَور میں بہت سے ثقفی خصوصًا آلِ ابی عقیل کے لوگ یہاں مجاہد و فاتح کی حیثیت سے آئے اور اپنی ایمانی حرارت سے اس ملک کو زندگی دی مگر ان میں محمد بن قاسم ثقفیؒ اپنی خداداد صلاحیت اور جواں ہمتی کی وجہ سے بجا طور پر فاتحِ ہند کہے جانے کے زیادہ مستحق ہیں ہندوستان کی تاریخ اس ثقفی نوجوان کو ہمیشہ اپنے سینے سے لگائے رہے گی اور جب تک یہاں اسلام کا نام لیا جائے گا محمد بن قاسمؒ کا نام زندہ رہے گا۔ (اسلامی ہند کی عظمتِ رفتہ ص ۹۱)

نام ونسب

محمد بن قاسم بن محمد بن حکم بن ابوعقیل بن مسعود بن عامر بن معتب بن مالک بن کعب بن عمرو بن سعد بن عوف بن ثقیف۔

(جمہرۃ انساب العرب/۲۶۷/۲۶۸)

آپؒ کی خاندانی حالات

آپؒ ثقیف کی شاخ احلاف یعنی بنوعوف کے خاندان آلِ ابوعقیل سے ہیں آپ کے آباء واجداد میں حضرت عروہ بن مسعود الثقفیؓ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا اُن کے اسلام قبول کرنے کا واقعہ ابنِ اسحاقؒ نے کچھ اس طرح ذکر کیا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنوثقیف کے پاس سے واپس ہوئے تو بنوثقیف میں سے حضرت عروہ بن مسعودؓ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے چل دیئے اور مدینہ سے پہلے ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچ کر اسلام قبول کر لیے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس بات کی اجازت چاہی کہ اسلام لے کر اپنی قوم کے پاس جائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن سے فرمایا کہ وہ تمہیں قتل کر دیں گے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بنوثقیف کے سابقہ رویہ سے یہ معلوم تھا کہ اُن میں کبر اور ہٹ دھرمی ہے۔ حضرت عروہ بن مسعودؓ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں اُنہیں اُن کی دوشیزہ لڑکیوں سے بھی زیادہ محبوب ہوں اور وہ واقعی بنوثقیف میں بہت محبوب تھے اور اُن کی بات مانی جاتی تھی چنانچہ وہ اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دینے کے ارادے سے واپس ہو گئے اور ان کو اس بات کی امید تھی کہ بنوثقیف اُن کی مخالفت نہیں کریں گے کہ بنوثقیف میں اُن کا بہت بڑا درجہ ہے چنانچہ انہوں نے اپنے ایک بالاخانہ پر چڑھ کر ساری قوم کے سامنے اپنے مسلمان ہونے کا اظہار کیا اور انہیں اسلام کی دعوت دی۔ بنوثقیف نے ہر طرف سے تیر برسانے شروع کر دیئے انہیں ایک تیر ایسا لگا جس سے وہ شہید ہو گئے جب وہ زخمی ہو گئے تو اُن سے پوچھا گیا کہ آپ اپنے خون کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ تو اُنہوں نے کہا كَرَامَةٌ أَكْرَمَنِي اللّٰهُ بِهَا وَشَهَادَةٌ سَاقَهَا اللّٰهُ إِلَيَّ کہ یہ ایک اعزاز ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمایا اور مجھے شہادت کا مرتبہ عطا فرمایا ہے اور میرا بھی وہی درجہ ہے جو اُن صحابہؓ کا تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے یہاں سے جانے سے پہلے اور وہ شہید ہو گئے لہٰذا مجھے بھی اُن شہید صحابہؓ کے ساتھ دفن کر دینا چنانچہ لوگوں نے اُن کو اُنہی صحابہؓ کے ساتھ دفن کر دیا (حیاۃ الصحابہ عربی ج ا ص ۲۴۶/۲۴۷) صحابہؓ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن عروہ بن مسعودؓ کے بارے میں فرمایا تھا: مِثْلُ عُرْوَةَ مِثْلُ صَاحِبِ يٰسِيْنَ دَعَا قَوْمَهٗ إِلَى اللّٰهِ فَقَتَلُوْهُ (مجمع

الزوائدج۹ص۳۸۹) کہ عروہ بن مسعود ثقفی کی مثال صاحب یاسین (حبیب نجار) جیسی ہے کہ اس نے لوگوں کو اللہ کی طرف بلایا تو لوگوں نے اسے قتل کر دیا عروہ بن مسعودؓ ہی کی اولاد میں ابوعقیل بن مسعود بن عامر بن معتب ہیں جن کی اولاد میں اموی دور میں بڑے بڑے مجاہدین اور فاتحین اور نامور امراء و حکام پیدا ہوئے خاص طور سے حکم بن ابوعقیل کے خاندان سے یہ سلسلہ خوب چلا چنانچہ حجاج بن یوسف بن حکم بن ابو عقیل اور محمد بن قاسم بن محمد بن حکم بن ابوعقیل اسی خانودۂ آلِ ابوعقیل سے ہیں (اسلامی ہند کی عظمتِ رفتہ ص ۹۲/ ۹۳)

آپؒ کے والدہ کا نام حبیبہ ہے ان کے بارے میں اس سے زیادہ کچھ معلوم نہ ہوسکا (اسلامی ہند کی عظمتِ رفتہ ص ۹۳)

آپؒ کے والد قاسم بن محمد بن حکم ثقفی، اموی دور میں بصرہ کے امیر و حاکم رہ چکے ہیں حجاج بن یوسف اور یوسف بن عمر بن محمد بن حکم دونوں نے عراق کی امارت و حکومت کے زمانہ میں اپنی طرف سے ان کو بصرہ کا حاکم مقرر کیا تھا حجاج بن یوسف کی طرف سے بصرہ کی ولایت کے متعلق علاّمہ ابنِ حزم نے لکھا ہے: وَالْقَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَكَمِ بْنِ أَبِي عَقِيلٍ وَلِيَ الْبَصْرَةَ لِلْحَجَّاجِ (جمہرۃ انساب العرب ص ۲۶۷/ ۲۶۸) کہ قاسم بن محمد بن حکم حجاج بن یوسف کی نیابت میں بصرہ کے والی و حاکم تھے۔

ولادت باسعادت

صاحبِ کتاب بطل السند لکھتے ہیں کہ محمد بن قاسمؒ کی پیدائش طائف میں ۷۲ ہجری مطابق ۶۹۴ عیسوی میں ہوئی (بطل السند ص ۱۵) چونکہ محمد بن قاسمؒ کے والد بصرہ ہی میں مدتوں امارت و حکومت کی خدمت انجام دیتے رہے ہیں اس لئے محمد بن قاسمؒ اپنے والد کے ساتھ طائف سے بصرہ منتقل ہوگئے اور ابتدائی تربیت بصرہ میں ہوئی جہاں حضرت انس بن مالکؓ اور امام حسن بصریؒ اور امام محمد بن سیرینؒ کے وجود کی برکتیں عام تھیں

نشوونما اور تعلیم

اُس زمانہ میں اگرچہ دارالخلافت ملکِ شام کا شہر دمشق تھا لیکن عراق کے دونوں آباد شہر کوفہ و بصرہ اسلامی حضارت و ثقافت اور دینی علوم اور فنون کے مرکز تھے ایک طرف بصرہ کی آبادی و ملکیت پر بنوثقیف کا غلبہ تھا اور خلافت کے امور و معاملات میں بھی وہ زیادہ دخیل تھے ان کے علاوہ مختلف قبیلے اپنی اپنی روایات سے بصرہ کو دلکش بنا رہے تھے دوسری طرف حضرات صحابہؓ اور تابعینؒ کے وجودِ بابرکت سے بصرہ کے گلی کوچے آباد تھے اور مسلمان ان کی زیارت اور ان سے اخذ و کسب کے لئے جمع ہو رہے تھے ایک مرتبہ زیاد کے زمانہ میں بصرہ کے مجاہدوں اور غازیوں کا شمار کیا گیا تو اسی (۸۰) ہزار مجاہد اور ایک لاکھ بیس ہزار ان کے لڑکے بچے حساب میں آئے (فتوح البلدان ص ۳۴۵/ ماخوذ از اسلامی ہند کی عظمتِ رفتہ ص ۹۵)

اس سے بصرہ کی آبادی اور وہاں کے دینی جوش اور اسلامی حمیت کا اندازہ ہوسکتا ہے اسی مقدس و بابرکت اور علمی و دینی فضا میں محمد بن قاسمؒ پروان چڑھے اُس وقت بصرہ میں حضرت انس بن مالکؓ (متوفی ۹۲ھ) کی ذاتِ گرامی مرجعِ خلائق تھی اور عالمِ اسلام سے مسلمان کھنچ کر دنیا میں اُس آخری صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور اُن سے احادیثِ رسول سننے کے لئے آتے تھے نیز حضرت حسن بصریؒ (متوفی ۱۱۰ھ) کے زہد و تقدس علم و فضل اور شہرت و عظمت نے اہلِ دین و دیانت اور اربابِ دل کے لئے بصرہ کو بڑا پُرکشش بنا دیا تھا محمد

بن قاسمؒ نے اپنی زندگی کے کئی سال اسی مقدس ماحول میں گزارے اگرچہ اس درمیان میں ان کے حضرت انس بن مالکؓ اور حضرت حسن بصریؒ سے ملنے اور اُن سے کسبِ فیض کرنے کی روایت نہیں ملتی مگر اُس زمانے کے عام اسلامی اور دینی ذہن کے مطابق ان کے والدین نے ضرور ان کو ان بزرگوں کی خدمت میں بھیجا ہوگا اور اُن حضرات کے انفاسِ گرم نے اُن کے دل میں یقین و ایمان کی حرارت پیدا کی ہوگی اُس زمانہ میں عام طور سے خلفاء اور اُمراء اپنی اولاد کو حصولِ برکت اور تعلیم و تربیت کے لئے صحابہؓ اور تابعینؒ کی صحبت میں رکھتے تھے اس رواج کے مطابق محمد بن قاسمؒ کو تابعیت کا شرف حاصل ہوا ہوگا ورنہ بن قاسمؒ کے تبعِ تابعی ہونے میں کلام نہیں ہے، اُن کی عملی زندگی کا آغاز میدانِ جہاد سے ہوا اور انجام بھی وہیں ہوا اس لئے نہ اُن کے عام واقعات کتابوں میں ملتے ہیں اور نہ ہی اُن کی علمی زندگی کے بارے میں کوئی بات ملتی ہے اگر اُن کی زندگی نے وفا کی ہوتی اور کچھ دنوں بزم کی فرصت ملی ہوتی تو شاید دوسرے مجاہدینِ اسلام کی طرح اُن کی مرویات بھی ہم تک پہونچی ہوتیں (اسلامی ہند کی عظمتِ رفتہ ص ۹۵/۹۶)

ہمیں بیدار نسل چاہئے مدہوش نہیں (ترکی صدر رجب طیب اردوغان)

اموی خلافت کا تعلق ہندوستان سے

یورپی مؤرخین نے اسلام سے ہندوستان کے تعلق کا نقطۂ آغاز محمد بن قاسم ثقفیؒ کے حملہ ۹۲ھ کو بتایا ہے لیکن یہ سراسر غلط ہے اس لئے کہ اسلام کی شعاعیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور خلفاء اربعہؓ کے زمانہ ہی سے ہندوستان میں پڑ کر پھیل چکی تھی چونکہ چاروں خلفاء کی حکومت نبوت کے اصول اور طریقے پر قائم تھی اس لئے اسلام کی سچائی وسادگی تقویٰ وپرہیز گاری اور عام انسانیت کے ساتھ ہمدردی اور خدمت گزاری کے اخلاق فاضلہ نے لوگوں کے دلوں کو فتح کر لیا تھا خلافتِ راشدہ کی جو بساط حضرت ابوبکر نے بچھائی تھی وہ تیس (۳۰) سال کی مختصر مدت میں سمٹ گئی اس کے بعد خلافت ضرور قائم رہی لیکن نبوت کا دلوں کو روشن کرنے والا نور آہستہ آہستہ مدھم پڑتا گیا، خلافتِ راشدہ کے اُموی حکومت کا آغاز ہوا اور امیر معاویہؓ جیسے اعلیٰ درجہ کے مدبر صحابی جو کاتبِ قرآن رہے تھے تختِ خلافت پر بیٹھے امیر معاویہؓ اپنی حلم وبردباری وسیاستدانی میں ضرب المثل انسان تھے مولانا عبید اللہ سندھیؒ امیر معاویہؓ کے بارے میں کہا کرتے تھے کہ امیر معاویہؓ اسلام کے پہلے بادشاہ ہیں جن کے صبح سے شام تک کے پروگرام عالمی، سیاسی ملکی نظام کے اہتمام اور فوجی وحزلی انتظام کو سامنے رکھ کر ساری دنیا کے بادشاہوں کے مقابلے میں اُن کو کھڑا کر دیا جائے تو اُن کی عظمت ورِفعت اور بلند قامتی تک کوئی نہیں پہنچ سکتا حسنِ تدبر اور خوبیٔ انتظام میں بڑے بڑے بادشاہ اُن کے مقابل کھڑے نہیں ہو سکتے (ہندوستان اسلام کے سائے میں ص ۱۷۴)

امیر معاویہؓ کے زمانے میں ہندوستان پر حملہ

امیر معاویہؓ کے زمانے میں غازیانِ اسلام نے ہندوستان کا رُخ کیا مشہور اسلامی جرنیل مہلب بن ابی صفرہ وہ پہلے سپہ سالار اسلام ہیں جنھوں نے فتحِ کابل کے بعد ہندوستان میں اسلامی فتوحات کے دائرہ کو وسیع کر دیا مصنف فرشتہ کے قول کے مطابق یہاں کے کچھ لوگ خوشی بخوشی اسلام میں داخل ہو گئے یہ چند اجمالاً باتیں ذکر کی گئی ہیں بالتفصیل نیچے جانئے (ہندوستان اسلام کے سائے میں ص ۱۷۶)

سندھ پر مسلمانوں کے حملے کے اصل اسباب

مسلمانوں نے ہندوستان کے جس علاقہ پر سب سے پہلے فوج کشی کی وہ پاکستان کا مشہور صوبہ سندھ ہے مسلمانوں کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ انھوں نے سندھ کے علاقہ پر محض اس لئے حملہ کیا تھا کہ مسلمان ہندوستان میں تلوار کے ذریعہ اشاعتِ اسلام کے لئے مضطرب تھے لیکن حقیقت اس سے بالکل مختلف ہے اس لئے کہ فاتحینِ عرب اپنی دوسری فتوحات میں اس قدر مصروف تھے کہ وہ شاید سندھ کی جانب کبھی توجہ ہی نہ کرتے لیکن سندھ کے حکمرانوں اور راجاؤں نے مسلمانوں کے مخالفین کی مدد کر کے اور مسلم حکومتوں کے خلاف شورشیں برپا کر کے مسلمانوں کو اس چیز کے لئے مجبور کر دیا کہ وہ سندھ پر ضرور حملہ کریں۔

سندھ کے حکمرانوں کے ظالمانہ رویے

سندھ کے راجاؤں اور ایران کے بادشاہوں میں اگرچہ کئی زمانوں سے دشمنی چلی آرہی تھی اور اُن دونوں کے درمیان کئی بار لڑائیاں بھی ہو چکی تھیں، لیکن جب مسلمانوں نے ایران پر حملہ کیا تو سندھ کا راجہ اور ایران کے بادشاہ دونوں مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے متحد ہو گئے چنانچہ یزدجرد جو ایران کا بادشاہ تھا جس کو چین کے بادشاہ نے ایک موقع پر اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بارے میں سمجھایا تھا لَوْ یُحَاوِلُوْنَ

اَلْجِبَالَ لَهَدُّوْھَا (ابن جریر ۳ ص ۲۴۹) کہ اے یزدجرد یہ ایسے زبردست لوگ ہیں کہ اگر پہاڑوں سے ٹکرا جائیں تو پہاڑ بھی ریزہ ریزہ ہوجائیں تو اس یزدجرد سے عرب کے مسلمانوں کی جو تاریخی اور فیصلہ کُن جنگ ہوئی ہے اس جنگ میں سندھ کے راجہ نے ایرانیوں کے ساتھ مل کر نمایاں حصہ لیا تھا سندھ کے راجہ نے نہ صرف اپنی فوج شاہِ ایران کی مدد کے لئے بھیجا تھا بلکہ اپنے تمام جنگی ہاتھی بھی اس جنگ میں جھونک دیا تھا ان ہاتھیوں نے اس جنگ میں مسلمانوں کو بہت زیادہ نقصان پہنچایا تھا یہاں تک کہ اسلامی فوج کے سپہ سالار حضرت ابوعبید ثقفی کو ایک ہاتھی ہی نے شہید کیا تھا اسی طرح ایران کے بعد جب مسلمانوں نے مکران پر حملہ کیا تو ایرانیوں کے ساتھ سندھیوں نے اسلامی لشکر کا مقابلہ کیا یہ حملہ حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں ہوا تھا سندھیوں کے یہ ظالمانہ رویے اس کے بعد بھی جاری رہے چنانچہ مکران کے اسلامی حاکم نے سندھیوں کے ظالمانہ رویے دیکھتے ہوئے سندھ کے راجہ ساہسی پر حملہ کرنے کی حضرت عمر فاروقؓ سے اجازت مانگا لیکن آپؓ اجازت نہیں دیئے۔

حضرت عثمان غنیؓ کے زمانہ خلافت میں یعنی ۲۴ھ مطابق ۶۴۴ء میں جبکہ سندھ میں راجہ چچ کی حکومت تھی سندھی فوجوں نے مکران کی سرحد پر پے در پے حملے شروع کردئے ان حملوں میں ایران کے ان آتش پرستوں کا بھی ہاتھ تھا جنہوں نے ایران سے فرار ہونے کے بعد سندھ میں پناہ لی تھی اور سندھ کا راجہ اُن کو دوبارہ ایران فتح کرنے کی برابر ترغیب دیتا رہتا تھا چنانچہ جب سندھیوں کے یہ ظالمانہ رویے حد سے زیادہ بڑھ گئے تو بصرہ کے حاکم عبداللہ بن عامر نے عبدالرحمٰن بن سمرہ حاکم کرمان کو اس ظلم کے دبانے کا حکم دیا عبدالرحمٰن بن سمرہ نے سندھی فوجوں پر حملہ کرکے بھگا دیا اور مکران سے سرحد کیکانان تک سارے علاقے اپنے قبضہ میں لے لیا اس کے بعد ۳۸ھ مطابق ۶۵۸ء میں راجہ سندھ نے بلوچستان کی سرحد پر اسی قسم کی ایک اور بغاوت برپا کردیا جس کو حارث بن مرہ نامی ایک سردار نے فوراً دبا دیا تھا اس واقعہ کے تین سال بعد ۴۱ھ مطابق ۶۶۱ء میں امیر معاویہؓ کے دورِ حکومت میں پھر راجہ سندھ کی عنایت سے اسی علاقہ میں ظلم برپا ہوا جس کو راشد بن عمرو نے ختم کیا لیکن چند ہی دن بعد پچاس ہزار کے ایک لشکر نے جو باغیوں اور سندھیوں پر مشتمل تھا دوبارہ حملہ کردیا اس حملہ میں راشد بن عمرو شہید ہوگئے لیکن سنان بن سلمہ نے جرأت کا ثبوت دیتے ہوئے اس ظلم کو دبا دیا۔

کابل وقندھار جو اس زمانہ میں خلافت اسلامیہ کے ماتحت تھے وہاں ۴۴ھ مطابق ۶۶۴ء میں بہت سخت بغاوت ہوگئی اور اس بغاوت کے بعد ان صوبوں نے اپنی خودمختاری کا اعلان کردیا امیر مہلب ان کی سرکوبی کے لئے گئے امیر مہلب کے مقابلہ کی تاب نہ لاکر کابل اور قندھار کے باغی بھاگ کھڑے ہوئے اور ان باغیوں کو بھی سندھ کے راجہ چچ نے ہی پناہ دی لیکن امیر مہلب نے اُن باغیوں کا تعاقب برابر جاری رکھا یہاں تک کہ دریائے سندھ کو عبور کرکے ملتان تک ان کا پیچھا کیا اور ملتان کو جو اس زمانہ میں سندھ کا ایک صوبہ تھا فتح کرلیا لیکن امیر مہلب ابھی سندھ کے اس نئے مفتوحہ علاقہ کا کوئی انتظام نہیں کرپائے تھے کہ اُن کو ایک دوسری مہم کے لئے بلخ جانا پڑا مہلب کے جاتے ہی سندھ کے راجہ نے پھر اپنا وہ علاقہ سنبھال لیا۔

۵۵ھ مطابق ۶۷۵ء میں سندھ کا راجہ چچ فوت ہوگیا اور اُس کا بڑا بیٹا چندر تخت پر بیٹھا جس کا سلوک مسلمانوں کے ساتھ نہایت اچھا تھا اسی لئے راجہ چندر کے زمانہ میں مسلمانوں نے سندھ کی جانب کوئی توجہ نہیں کیا لیکن ۶۳ھ مطابق ۶۸۳ء چندر کے مرنے کے بعد جب

اُس کا چھوٹا بھائی داہر تخت پر بیٹھا تو اس نے پھر مسلمانوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ شروع کر دیا چنانچہ راجہ داہر نے مسلمانوں کے خلاف ایک اسکیم تیار کیا جس کا منشا یہ تھا کہ مسلمانوں کے مشرقی مقبوضات پر حملہ کر کے اُن کو مشرقی ممالک سے قطعی طور پر بے دخل کر دیا جائے اس اسکیم کے تحت راجہ داہر کے ملتان کے گورنر نے قندھار پر حملہ کر دیا لیکن عاملِ قندھار نے راجہ داہر کی فوج کو پسپا کر کے اسے ملتان تک فرار ہونے پر مجبور کر دیا۔

مکران میں علافیوں کی بغاوت

اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان اور حجاج بن یوسف کے حکومت کے زمانے میں اچانک مکران میں پھر بغاوت برپا ہوگئی جس کو دبانے کے لئے سعید بن مسلم کلابی کو مکران کا عامل مقرر کر کے بھیجا گیا مسلم کلابی نے شورش برپا کرنے والوں کو سخت سزائیں دیں اور اس بغاوت کو چند دنوں میں ہی دبا دیا لیکن سندھ کے راجہ داہر کے دوست محمد بن علافی اور معاویہ بن علافی نے شورش پسندوں کو اپنے گرد جمع کر کے پھر نئے سرے سے مکران میں بغاوت برپا کرا دی اور علاقہ مکران کے کئی شہروں پر قبضہ جما لیا علافیوں کی اس شرارت کو دبانے کے لئے جب سعید بن اسلم کلابی نے اُن پر حملہ کیا تو اس حملہ میں کلابی کو شکست ہوئی اور وہ علافیوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا علافیوں نے اسلم کلابی کو قتل کر کے اس کی کھال اتروائی اور لاش کی بے عزتی کی اور اس کے بعد مکران میں اپنی خودمختاری کا اعلان کر دیا۔

علافیوں کی اس خودمختاری کے اعلان کے بعد خلافت اسلامیہ کے لئے ضروری ہو گیا کہ وہ اس بغاوت کو فرو کرنے کے لئے فوری قدم اٹھائے چنانچہ سعید تمیمی اور اُس کے بعد محمد بن ہارون کو حجاج بن یوسف نے عامل بنا کر علافیوں کی سرکوبی کے لئے مامور کیا محمد بن علافی اور معاویہ بن علافی لشکرِ اسلامی کے مقابلہ کی تاب نہ لا کر پہاڑوں میں کئی سال تک روپوش رہے آخر پانچ سال بعد محمد بن ہارون نے معاویہ بن علافی کو گرفتار کر کے قتل کیا لیکن محمد بن علافی پانچ سو سپاہیوں کی جمعیت کے ساتھ بچ کر نکل گیا اور راجہ داہر کے پاس چلا گیا راجہ داہر جس کا اس فتنہ میں بہت بڑا ہاتھ تھا اس نے اپنی حکومت میں محمد بن علافی کو ایک بہت بڑا عہدہ دے دیا اور بعد میں تو راجہ داہر نے محمد بن علافی کو نہ صرف وزارتِ عظمیٰ کا اہم عہدہ عطا کیا بلکہ اس کی اتنی عزت افزائی کی کہ راجہ داہر کی حکومت کے سکوں کی پشت پر علافی کا نام تک مضروب ہونے لگا۔ یہ واقعہ اس بات کا کھلا ہوا ثبوت ہے کہ راجہ داہر خلافتِ اسلامیہ کے باغیوں کی ہمت افزائی میں کس طرح پیش پیش تھا۔

سندھ کے راجاؤں کی ان پے درپے یورشوں سے یہ اندازہ لگانا دشوار نہیں ہے کہ کس طرح سندھ کے راجہ برابر خلافتِ اسلامیہ کو مقابلہ کا چیلنج دیتے رہے لیکن خلافتِ اسلامیہ اور اُس کے نائبین نے برابر درگزر سے کام لیا اس لئے نہیں کہ خلافتِ اسلامیہ کمزور تھی اگر اسلامی خلافت کے طاقت کی بات کی جائے تو صرف اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جب بھی خلافتِ اسلامیہ کی فوجیں سندھ کے راجاؤں سے مقابلہ کے لئے سامنے آکر کھڑی ہوئی سندھ کے راجاؤں کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ (ہندوستان پر اسلامی حکومت ص ۳۷ تا ۴۰)

راجہ داہر کے گورنر نے اسلامی جہازوں کو لوٹ لیا

جس زمانے میں سندھ کا راجہ داہر خلافتِ اسلامیہ کے مشرقی مقبوضات میں بغاوتیں پیدا کر رہا تھا اور خلافتِ اسلامیہ کے باغیوں کو اپنی حکومت میں نواز رہا تھا اسی زمانے میں مسلمانوں کی تعداد برابر جنوبی ہند میں بڑی تیزی کے ساتھ بڑھ رہی تھی چنانچہ لکادیپ، مالدیپ،

سراندیپ اور ملابار میں بکثرت مسلمان موجود تھے جنوبی ہند کے اکثر راجاؤں نے بھی اسلام قبول کرلیا تھا، سراندیپ کا راجہ مسلمان ہونے سے پہلے ہی مسلمانوں کے ساتھ اُس کا برتاؤ بہت اچھا تھا سلطنتِ اسلامیہ چونکہ اُس زمانے میں سب سے بڑی طاقت تھی لہذا سراندیپ کے راجہ کو اپنی حفاظت وعافیت کے لئے بھی اس بات کی ضرورت تھی کہ وہ سلطنتِ اسلامیہ سے باقاعدہ اچھا تعلق پیدا کرے چنانچہ راجہ نے حجاج بن یوسف ثقفی کی عنایات کو اپنی طرف مبذول کرنے کے لئے آٹھ جہازوں کا ایک بیڑا تیار کیا اُن جہازوں میں سراندیپ کے قیمتی تحفوں کو بھی لادا گیا سراندیب کے رہنے والے مسلمانوں اور مسلمان سوداگروں میں سے بعض اشخاص اُن جہازوں میں اس لئے سوار ہوئے کہ اپنے وطن پہنچ کر حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کریں بعض عرب سوداگر سراندیپ میں فوت ہوگئے تھے اُن کی بیوہ عورتیں اور یتیم بچے ملکِ عرب واپس جانے کے بہت خواہش مند تھے اُن کو بھی ان جہازوں میں سوار کرادیا گیا حجاج بن یوسف کے لئے یہ بیڑا جو قیمتی تحفوں کے علاوہ حاجیوں اور یتیموں اور بیواؤں کو بھی اُن کی منزلِ مقصود تک لارہا تھا نہایت قیمتی تھا یہ جہاز جب بحرِ عمان میں داخل ہونے لگا تو مخالف ہوا نے اُن کو سمندر میں آوارہ اور بے قابو کر کے ساحلِ دیبل پر پہنچادیا دیبل سندھ کا بندرگاہ اور راجہ داہر کے مشہور شہروں میں سے ایک شہر تھا یہاں راجہ کا ایک گورنر اور سپہ سالار رہا کرتا تھا اُن جہازوں کو بندرگاہ میں خوب اچھی طرح سے لوٹا گیا مردوں عورتوں اور بچوں کو گرفتار کر کے جہازوں کو سندھی بیڑے میں شامل کرلیا گیا اُن مصیبت زدہ لوگوں میں سے کوئی ایک دو شخص کسی طرح سے بچ کر نکل بھاگے اور اُنھوں نے حجاج بن یوسف کے پاس پہنچ کر جہازوں کے لٹنے عورتوں بچوں اور عازمینِ حج کے گرفتار ہونے کی دل خراش داستان سنایا اور یہ بھی کہا کہ ایک بیوہ عورت پر جب تشدد ہوا تو وہ بے اختیار چیخ اُٹھی کہ یَا حَجَّاج أَغِثْنِي کہ اے حجاج مجھے بچاؤ اور یہ بھی کہا کہ راجہ سراندیپ کے کارندوں نے بھی ہرچند سمجھایا کہ ہمارے راجہ کے جہاز ہیں جو ہوا کے مخالف سمت کی جانب ہونے کی وجہ سے یہاں پر پہنچ گئے ہیں اور راجہ نے ہم کو سفیر بنا کر بھیجا ہے تم درگزر کرو اور ہم کو جانے دو مگر اُنھوں نے کچھ نہیں سُنا اور سب کو گرفتار کرلیا حجاج اس حادثہ کی کیفیت سُن کر سخت رنجیدہ ہوا اُس نے فوراً راجہ داہر کو ایک خط لکھا کہ:

تمھارے سرداروں نے بے گناہ مردوں عورتوں اور بچوں کو گرفتار کیا ہے اور جہازوں پر مع تحائف اور اموال قبضہ کرلیا ہے جہازوں کو سارے سامان کے ساتھ ہمارے پاس بھجوادیجئے اور بے گناہوں کو آزاد کر کے اپنے سرداروں کو سزا دیجئے۔

جب حجاج بن یوسف کے قاصد یہ خط لے کر راجہ داہر کے پاس پہنچے تو راجہ داہر نے اس معقول اور شرافت آموز خط کا جواب نہایت لاپروائی کے ساتھ یہ دیا کہ جہازوں کے لوٹنے والوں پر ہمارا بس نہیں چلتا تم خود آکر اُن سے اپنے قیدی چُھڑالو اور اپنا مال واسباب لے لو (آئینہ حقیقت نما ج ا ص ۱۰۳ / ۱۰۴)

ایک روایت یہ بھی ملتی ہے کہ سراندیپ کے راجہ نے ایک جہاز میں اُن عورتوں کو روانہ کیا جن کے آباء واجداد تاجر تھے اور اُن کا انتقال سراندیپ میں ہوگیا تھا لیکن اُن عورتوں کی پیدائش وہیں کی تھی جب یہ جہاز دیبل کے سامنے سے گزرا تو سندھ کے بحری ڈکوؤں نے چھوٹی چھوٹی کشتیوں کے ذریعہ اُس پر حملہ کیا اور جہاز کو تمام سامان سمیت پکڑلیا اُس جہاز میں ایک عورت قبیلۂ بنو یربوع کی تھی اُس نے یا حجاج کہہ کر حجاج کی دہائی دی جب حجاج کو اس جہاز کی گرفتاری اور اُس عورت کی دہائی کا علم ہوا تو اُس نے وہیں سے یالبیک کہا یعنی اے

میری بہن میں حاضر ہوں کیوں کہ عرب طبعاً آواز سننے میں تیز ہوتے ہیں آخر خواتین کی مدد کیوں نہ کی جائے اس لئے حجاج بن یوسف نے فوراً راجہ داہر کے پاس سرکاری آدمی بھیج کر اُن عورتوں کی رہائی کا سوال اُٹھایا لیکن راجہ داہر نے یہ کہہ کر بات ٹال دی کہ اُن عورتوں کو میں نے نہیں پکڑا ہے بلکہ ڈاکوؤں نے پکڑا ہے اُن ڈاکوؤں پر میرا قابو نہیں چلتا (اسلامی ہند کی عظمتِ رفتہ ص ۱۰۲، ۱۰۳) اس طرح اُس نے حجاج بن یوسف کے سامنے بہانے تراشے۔

راجہ داہر کے اس جواب کے ساتھ جب اس بات کو بھی ذہن میں رکھا جائے کہ جہازوں کے مسافر قیدی حجاج کا خط پہنچنے سے پہلے دارالسلطنت آلور میں پہنچے ہوئے جیل خانہ میں موجود تھے تو راجہ کے اس جواب کی نامعقولیت اور بھی زیادہ بڑھ جاتی ہے اب ہر شخص بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ مسلمانوں کے لئے حملہ آوری کا استحقاق پیدا ہو گیا تھا یا نہیں تو اس کا جواب استحقاق ہو گیا تھا میں ہی ملے گا اس کے بعد بھی اگر کوئی یہ کہے کہ مسلمانوں نے ہندوؤں کو زبردستی مسلمان بنانے کے لئے بلا وجہ حملہ آور ہوئے تھے کس قدر غلط اور جھوٹ ہے۔ (آئینۂ حقیقت نما ج ا ص ۱۰۴)

سندھ پر مسلمانوں کے ناکام حملے

حجاج بن یوسف کے پاس جب راجہ داہر کا جواب پہنچا جس میں جہازوں کا مال واپس کرنے اور قیدیوں کے چھوڑنے سے انکار اور خود حجاج کو مقابلہ پر بلانے کا چیلنج موجود تھا تو حجاج بن یوسف نے عبداللہ اسلمی کو ایک مختصر فوج دے کر روانہ کیا کہ جا کر دیبل (کراچی موجودہ پاکستانی شہر) پر قبضہ کر لے۔

عبداللہ اسلمی ابھی دیبل تک نہیں پہنچے تھے کہ راستہ ہی میں داہر کا بیٹا کیشب (جے سیہ) جو آگے چل محمد بن قاسمؒ کے عدل وانصاف کو دیکھ کر اسلام قبول کر لیا اُس نے اپنے والد کے حکم پر جنوبی بلوچستان میں پیش قدمی کر کے اُن کا مقابلہ کر کے مسلم فوج کو شکست دیدیا اور عبداللہ اسلمی بھی اس لڑائی میں شہید ہو گئے جب حجاج بن یوسف کو مسلم فوج کی شکست کی خبر پہنچی تو اُس نے بُدیل مجالی کو چار ہزار فوج دے کر روانہ کیا اور محمد ہارون عاملِ مکران کو لکھا کہ ضرورت کے مطابق بُدیل کی مدد کرے لیکن راجہ داہر کے بیٹے جے سیہ نے جس کی ہمت پچھلی فتح سے بڑھ گئی تھی راستہ ہی میں اسلامی فوجوں کو گھیر لیا جے سیہ کے بے اندازہ فوج اور جنگجو ہاتھیوں کا پورا غول تھا۔ دونوں لشکروں میں بڑے معرکہ کی جنگ ہوئی لیکن اس جنگ میں بھی مسلمانوں کو پچھلی جنگ کی طرح ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا چنانچہ اسلامی فوج کے اکثر سپاہی شہید ہو گئے یہاں تک کہ اسلامی سپہ سالار بُدیل مجالی بھی شہید ہو گئے جب حجاج بن یوسف کو اس دوسری ناکامی کا علم ہوا تو اُس کی آنکھیں کھلیں اور اُسے پتہ چلا کہ سندھ کا راجہ مقابلہ کی کافی تیاری کر چکا ہے۔

راجہ داہر کا مسلمانوں کے انجام کے بارے میں پوچھنا اور نجومیوں کی حق گوئی

تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ راجہ داہر نے اپنے ملک کے تمام نجومیوں کو جمع کر کے اُن سے پوچھا کہ مجھے بتاؤ کہ مسلمانوں کے لشکر کا کیا انجام ہوگا نجومیوں نے جواب دیا کہ اے ہمارے راجہ ہم نے پُرانی کتابوں میں کچھ اس طرح پڑھا ہے کہ ایک زمانے میں ملکِ عرب میں ایک ایسا شخص پیدا ہوگا جو نبوت کا دعویٰ کرے گا اور ساری دنیا کو اپنی طرف کھینچ لے گا (مُراد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں) اُس مبارک ہستی کے وصال کے بعد ۸۶ھ میں عربی لشکر دیبل کے آس پاس پہنچے گا اور ۹۲ھ میں اس شہر میں داخل ہو کر سارے ملک پر قبضہ

کرے گا راجہ داہر نجومیوں کی باتیں سُن کر اَن سُنی کر دیا حالانکہ اس سے پہلے اُن نجومیوں پر بڑا اعتقاد رکھتا تھا لیکن اس بار اُن کی بات ماننے کے لئے تیار نہیں تھا (تاریخ فرشتہ ج ۲ ص ۸۸۸)

محمد بن قاسمؒ کی سندھ کی جانب روانگی

محمد بن قاسمؒ حجاج بن یوسف کے پاس غصہ کی حالت میں پہنچے اس لئے کہ وہ مسلمانوں کے چھوٹے چھوٹے دستوں کے بارے میں جو سندھ کی جانب بھیجی گئی تھی اُن کی شکست کی خبریں اُن کے کانوں میں پڑھ چکی تھیں اُن کا دل غصے سے پارہ پارہ ہو رہا تھا وہ ان مقامات پر پہنچنے کے لئے بہت بے تاب تھے جہاں عبداللہ اسلمی اور دُبیل پہنچے تھے بے تاب کیوں نہ ہو کہ اُن کے دل میں مسلمان ماؤں اور بہنوں اور بھائیوں کی محبت تھی کہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ إِنَّ الْمُؤْمِنِيْنَ قَوْمٌ نَّصَحَةٌ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ مُتَوَادُّوْنَ وَإِنْ بَعُدَتْ دِيَارُهُمْ وَأَبْدَانُهُمْ (أخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز ج ۳ ص ۱۴۱) کہ بے شک مؤمن و مسلمان تو ایسے لوگ ہیں کہ سب ایک دوسرے کا بھلا چاہنے والے ہوتے ہیں اور آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرنے والے ہوتے ہیں اگر چہ اُن کے وطن اور جسم دور ہوں اور تو اور مسلمان مائیں اور بہنیں اور بیٹیاں کافروں کے ہاتھوں میں ہوں اور کوئی مردِ مجاہد اُن کو چُھڑانے کے لئے نہ نکلے اور نکلے تو بھی ناکام حالانکہ حضرت عمرؓ کا قول ہے کہ لَأَنْ أَسْتَنْقِذَ رَجُلاً مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ أَيْدِي الْكُفَّارِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ (کذا فی کنز العمال ج ۲ ص ۳۱۲) کہ ایک مسلمان کو کافروں کے ہاتھوں سے چُھڑانا مجھے سارے جزیرۃ العرب کے مل جانے سے زیادہ محبوب ہے فقہائے اسلام لکھتے ہیں کہ اگر ایک مسلمان عورت بھی مشرق میں کافروں کے پنجہ میں گرفتار ہو تو مغرب کے مسلمانوں پر واجب ہے کہ اس کو چُھڑائیں چنانچہ فتاویٰ سراجیہ میں ہے إِمْرَأَةٌ سُبِيَتْ بِالْمَشْرِقِ وَجَبَ عَلٰى أَهْلِ الْمَغْرِبِ أَنْ يَّسْتَنْقِذُوْهَا کہ (فتاویٰ سراجیہ ص ۶۵ طبع نولکشور) اگر کوئی عورت مشرق میں گرفتار ہو چکی ہو تو اہلِ مغرب پر اُس کا چُھڑانا واجب اور ضروری ہے بہر حال محمد بن قاسمؒ نے حجاج کے سامنے خوب وضاحت کے ساتھ گفتگو فرمایا انھوں نے کہا: کہ اے حجاج دو شہیدوں کی وجہ سے آپ محاذِ سندھ سے دل برداشتہ ہو گئے ہیں اسی وجہ سے ارکانِ سلطنت کانپ اٹھے ہیں کیا آپ کچھ کرنے والے ہیں جو تحائف سراندیپ کے راجہ نے آپ کو بھیجا تھا اُن پر ڈاکوؤں نے قبضہ کر لیا ہے اُن سب سے بڑھ کر ہماری مائیں اور بہنیں جو ہمارے پاس آ رہی تھیں اُن سب کو اُن ظالموں نے پکڑ لیا اور وہ سب راجہ داہر کے جیل خانوں میں ہیں اور وہ سب اپنے بھائیوں کو پکار رہی ہیں اِس اُمید سے کہ ہمارے بھائی آئیں گے میں حیران ہوں کہ سندھ کے راجہ کو ہماری غیرت کے امتحان کی جرأت کیسے ہوگئی؟ اُس نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ مسلمان خانہ جنگیوں کی وجہ سے اس قدر کمزور ہو گئے ہیں کہ وہ اپنی ماؤں اور بہنوں اور بیٹیوں اور بہوں کی توہین خاموشی سے برداشت کر لیں گے۔

اے حجاج آپ نے تو ایک فریادی بہن کی فریاد قبول کی تھی لیکن آپ کا لشکر ہمارے ماؤں اور بہنوں کو دشمنوں کے پنجے سے چھڑوانے میں کامیاب نہ ہو سکا اور اُن ظالموں کو ظلم سے نہ روک سکا اس لئے میں آپ کے پاس ایران سے حاضر ہوا ہوں تا کہ میں اعلائے کلمۃ اللہ اور اپنی ماؤں اور بہنوں کو دشمنانِ اسلام سے چھڑاؤں اس کے لئے میں اپنی جان دینے کے لئے بھی تیار ہوں تا کہ میدانِ حشر میں شہیدوں کی صف میں کھڑا ہو سکوں آپ مجھے سندھ کی جانب روانہ کر دیجئے۔

چنانچہ حجاج بن یوسف نے گزشتہ ناکامیوں کو دیکھتے ہوئے نہایت ہی وسیع پیمانہ پر انتظامات شروع کر دیا اور اس انتہائی مہم کے لئے حجاج

نے محمد بن قاسمؒ ہی کو منتخب کر دیا اُسے بارگاہِ خداوندی سے پورا یقین تھا کہ نئے انتظامات کے تحت وہ محمد بن قاسمؒ کے زیرِ کمان جو فوج روانہ کر رہا ہے وہ ضرور فتح و نصرت سے ہم کنار ہوگی، یہ جنگ انتہائی اہمیت کی حامل تھی اس کی وجوہات یہ تھی کہ ایک تو یہ علاقہ سمندر پار کا تھا اور عرب سے بہت دور تھا دوسرے یہ کہ سندھ اور مکران کے علاقوں کی معاشی حالت بہت خراب تھی تیسری بات یہ تھی کہ یہاں کی آب وہوا عربوں کے لئے قطعی ناسازگار تھی۔ یہی وجہ تھی کہ حجاج بن یوسف نے اس فوج کی تمام ضروریات کا پورا خیال رکھا اور خاص طور سے ہدایات دیں کہ روزانہ استعمال میں آنے والی چھوٹی بڑی تمام چیزیں ہر فوجی کے پاس ہونی چاہئیں اس نے حکم جاری کیا کہ سوئی دھاگے کا بھی انتظام کیا جائے۔ سندھ میں سرکہ نہیں ملتا تھا، اس لئے سرکہ میں روٹیاں تر کر کے سائے میں خشک کی گئیں اور سامانِ رسد میں نہایت احتیاط کے ساتھ رکھی گئیں، تاکہ فوجی جب میدانِ جنگ میں جائیں اور بھوک کے وقت پانی میں بھگو کر روٹی کھائیں تو اس میں سرکہ کا ذائقہ محسوس کریں اور سندھ پر حملہ کرنے لئے برّی فوج کے علاوہ بحری فوج بھی روانہ کی گئی تھی جس کا بحری بیڑا بہت مضبوط اور مستحکم تھا۔ اس کا انتظام بحری معاملات کے ماہرین کے سپرد کیا گیا تھا جو اس کی نقل وحرکت کے تمام پہلوؤں کی نگرانی کرتے تھے اور حجاج بن یوسف کو محمد بن قاسمؒ پر مکمل اعتماد بھی تھا اِس لئے کہ محمد بن قاسمؒ اس سے پہلے شیراز میں مقیم اور فارس کی فرمانروائی میں بڑی قابلیت اور دانائی کا اظہار کر چکے تھے محمد بن قاسمؒ نے خود ایک مرتبہ فارس کی خدمات اور غزوات وفتوحات کو اس شعر میں بیان کیا تھا:

فلرب فتية فارس قد رعتها

ولرب قرن قد تركت قتيلا (فتوح البلدان ص ۴۲۸)

(ترجمہ) فارس کے بہت سے جوانوں کو میں نے لرزہ براندام کر دیا ہے اور بہت سے طاقتوروں کو مار کر چھوڑ دیا ہے

بہرِ حال فتوح البلدان میں لکھا ہے وَضَمَّ سِتَّةَ اٰلَافٍ مِّنْ جُنْدِ اَهْلِ الشَّامِ وَخَلْقًا مِّنْ غَيْرِهِمْ (فتوح البلدان ۴۲۴) کہ حجاج بن یوسف نے ملکِ شام کے چھ ہزار شریف و تجربہ کار اور بہادر سپاہی جنھوں نے ملکِ حجاز سے آ کر شام میں سکونت اختیار کر لی تھی محمد بن قاسمؒ کے ساتھ کر دیا یہ تمام وہ لوگ تھے جن کی نسبت حجاج کو اس بات کا پورا یقین تھا کہ یہ ہمیشہ اپنے سردار کے وفادار اور خیر خواہ رہیں گے اور کسی بھی موقعہ پر بزدلی یا پست ہمتی کا اظہار نہیں کریں گے اور نہ کبھی اپنے سردار کی نافرمانی کا خیال دل میں لائیں گے۔

حجاج بن یوسف نے محمد بن قاسمؒ کو حکم دیا کہ تم ان چھ ہزار سواروں کو لے کر شیراز پہنچو اور میری ہدایات اور باقی فوج کا انتظار کرو بہرِ حال محمد بن قاسمؒ اُن کو لے کر شیراز پہنچے۔

حجاج بن یوسف کا محمد بن قاسمؒ کو خط

محمد بن قاسمؒ کے لشکر نے جب شیراز میں جا کر منزل کی تو حجاج بن یوسف نے محمد بن قاسمؒ کو چند لفظی خط لکھا کہ میں نے خُریم اور ابن مُغیرہ کو یہاں سے روانہ کیا ہے اور اُنہیں حکم دیا ہے کہ وہ دیبل کے آس پاس جا کر تم سے ملیں۔ اس لئے تمھیں بحری بیڑے کے پہنچنے تک انتظار کرنا چاہیے یہ خط لکھنے کی وجہ یہ تھی کہ عراق سے خلیج فارس کے ذریعہ جو بحری بیڑا محمد بن قاسمؒ کی مدد کے لئے دیبل بھیجا گیا تھا اس کے نگران ابنِ مغیرہ اور خریم کو مقرر کیا گیا تھا اُنہیں تاکید کی گئی تھی کہ اس بیڑے کی جو متعدد جنگی کشتیوں پر مشتمل ہے اچھی طرح نگرانی کی جائے ایسا نہ ہو کہ دشمن کو اس کی روانگی کا پتہ چل جائے اور وہ اس کے اصل مقام تک پہنچنے سے پہلے ہی اس کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرے اگر اُس کو

نقصان پہنچا تو اُس کے ذمہ دار نگران ہوں گے نگرانی میں تساہل کی بنا پر اُنھیں سزا بھی دی جاسکتی ہے (چچ نامہ ص ۱۳۰)

ارمن بیلہ کی فتح

بہر حال جب حجاج کا فیصلہ آ گیا تو محمد بن قاسمؒ نے چھ ہزار گھوڑ سواروں اور اُس کے ساتھ چھ ہزار اونٹ سواروں کے لشکر کو لے کر شیراز سے روانہ ہو کر کرمان ہوتے ہوئے سندھ کی جانب بڑھے اُن کے دل و دماغ میں صحابیٔ رسول حضرت ضرار بن ازورؓ کے یہ اشعار منقش تھے جن اشعار کو اُنھوں نے اُس وقت کہا تھا جب دشمنوں نے مسلمان عورتوں کو اپنے قید میں رکھ کر اپنا قیدی بنا لیا تھا وہ اشعار کچھ اس طرح تھے ہے۔

يَارَبِّ فَرِّجْ مَا تَرَىٰ مِنْ كُرْبَتِيْ
وَلَا تُمِتْنِيْ عَاجِلًا بِحَسْرَتِيْ
حَتّٰى اَرٰى بِنَاظِرِيْ اُخَيَّتِيْ
ذَاكَ مُنْيَتِيْ ثُمَّ ذَاكَ بُغْيَتِيْ
سِيْرُوْا بِنَا اِلَى الْعِدٰى يَا صُحْبَتِيْ
عَسٰى اَنَالُ بُغْيَتِيْ وَمُنْيَتِيْ
اِنْ لَّمْ اُقَاتِلْ فَاحْلُقُوْا اِلٰى لِحْيَتِيْ

ترجمہ: اے اللہ میری مصیبت دور فرما اور مجھے اس ارمان کی حالت میں نہ مارنا یہاں تک کہ میں اپنی بہنوں کو دیکھ لوں یہی میرا مقصود اور مطلوب ہے۔

دوستو! دشمن کی طرف چلو شاید میں اپنا مقصود پالوں اور دشمن کے ساتھ اگر میں نہ لڑوں تو میری ڈاڑھی منڈوا دینا۔

اسی جذبہ کے ساتھ محمد بن قاسمؒ آگے بڑھتے چلے گئے کرمان میں عاملِ کرمان محمد بن ہارون مع اپنی تین ہزار فوج کے محمد بن قاسمؒ کے ہمراہ ہو گئے ادھر ارمن بیلہ میں راجہ داہر کا لشکر مقابلہ کے لئے تیار کھڑا تھا چنانچہ ۹۳ھ مطابق ۷۱۲ء میں ارمن بیلہ مقام پر دونوں لشکروں کے درمیان جنگ ہوئی اس جنگ میں راجہ داہر کی فوج کو بری طرح شکست ہوئی اور ارمن بیلہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

اسلامی فوج کا دیبل پر حملہ اور اس کی فتح

محمد بن قاسمؒ ارمن بیلہ کی فتح کے بعد دیبل (کراچی) کی جانب بڑھے دیبل زمانہ قدیم کی بہت بڑی بندرگاہ تھی دیبل وہ شہر تھا جہاں سے بحری ڈاکوؤں نے ان کشتیوں کو لوٹا تھا جن پر سراندیپ کے راجا نے مسلمان عورتوں اور بچوں کو سوار کر کے عراق روانہ کیا تھا دیبل پر حملہ کے وقت مسلمانوں کا ایک بہت بڑا سمندری بیڑا بھی جس کا ذکر ابھی اوپر گزرا دیبل پہنچ گیا جس سے مسلمانوں کو اور زیادہ تقویت پہنچ گئی بہر حال دیبل کی بندرگاہ پر راجہ داہر اور مسلمانوں کی فوج کے درمیان بڑی گھمسان کی لڑائی ہوئی اس لڑائی میں مسلمان فتح یاب ہوئے اور راجہ داہر کے بیٹے جے سیہ عرف کیشب کو میدان جنگ سے فرار ہونا پڑا اس طرح دیبل اور اُس کے آس پاس کے علاقوں پر مسلمانوں کا مکمل قبضہ ہو گیا۔

حجاج بن یوسف کا محمد بن قاسمؒ کو خط رعایا سے اچھا سلوک کرنے کا حکم

جب دیبل کی فتح کی خبر حجاج بن یوسف کو پہنچی تو فتحِ دیبل کی خوش خبری سُن کر حجاج بن یوسف نے محمد بن قاسمؒ کو لکھا کہ:
جب ملک پر تم قابض ہو جاؤ تو قلعوں کی اُستواری اور لشکر کی رفعِ احتیاج کے بعد تمام اموال اور خزانے کو بہبودِ رعایا اور رفاہِ خلق میں خرچ کرو اور یاد رکھو کہ کاشت کاروں، اور کاری گروں، سوداگروں اور پیشہ وروں کی خوش حالی و فارغ البالی سے ملک آباد و سرسبز ہوتا ہے رعایا کے ساتھ ہمیشہ رعایت کرو تا کہ وہ تمھاری طرف محبت کے ساتھ راغب ہوں۔ (آئینہ حقیقت نما ج ا ص ۱۲۹)

اسلام کی حقانیت

اِس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمانوں نے ملک پر ملک اور شہر پر شہر فتح کئے لیکن وہ مفتوحہ علاقوں کے باشندوں کو کبھی مذہب کی تبدیلی پر مجبور نہیں کرتے تھے بلکہ مذہبی آزادی دیتے تھے اِس لئے کہ خود اسلام کسی کافر کو قبولِ اسلام پر مجبور کرنے کے لئے تلوار اُٹھانے کی اجازت نہیں دیتا کوئی شخص بھی پورے قرآن سے ایک آیت اور ذخیرۂ احادیث میں سے ایک حدیث پیش نہیں کر سکتا جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ کسی کا مذہب اور نظریہ تبدیل کرنے کے لئے تلوار اُٹھانے کی اجازت دی گئی ہے بلکہ اُس کے برعکس یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ اور مسلمانوں کی ذمہ داری صرف دعوت و ابلاغ ہے اُس سے بڑھ کر کسی کافر کو مجبور کرنا جائز نہیں ہے اور مسلمان جب بھی تلوار اُٹھائے ہیں ظلم کے خلاف ہی اُٹھائے ہیں جب کعب بن اشرف یہودی کا قتل ہوا تو اُس کے قتل سے تمام یہودی خوفزدہ ہو گئے اور گھبرا گئے اُنہوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں آ کر کہا کہ ہمارا سردار دھوکہ سے قتل کر دیا گیا ہے تو آپ ﷺ نے اُن کو کعب بن اشرف کے مذہب کے بارے میں نہیں بتایا کہ وہ یہودی تھا مسلمان نہیں تھا اس لئے وہ قتل کر دیا گیا بلکہ آپ ﷺ نے اُس کے ظلم کے بارے میں بتایا فَذَكَّرَهُمُ اللهُ صَنِيْعَهُ وَمَا كَانَ يُحَرِّضُ عَلَيْهِ وَيُؤْذِى الْمُسْلِمِيْنَ (اخرجہ البخاری کذا فی فتح الباری ج ۷ ص ۲۳۹) کہ آپ ﷺ نے اُن یہودیوں کو اُس کی ناپاک حرکتیں یاد دلائیں کہ وہ کیسے اسلام کے خلاف لوگوں کو اُبھارتا تھا اور مسلمانوں تکلیف پہنچایا کرتا تھا۔ اِس سلسلے میں کئی آیاتِ مبارکہ ہیں اور احادیثِ شریفہ ہیں ابھی اس کا موضوع نہیں ہے عنقریب اس موضوع پر ان شاء اللہ بندے کی ایک کتاب منظرِ عام پر آنے والی ہے ویسے بھی تلوار میں وہ طاقت کہاں ہے کہ وہ کسی کے نظریہ اور عقیدہ کو بدل دے تلوار جسم کو جھکا سکتی ہے مگر دل و دماغ کو نہیں جھکا سکتی اصل بات تو یہ ہے کہ مجاہدین کی تلوار نے صرف ملک اور شہر فتح کئے جبکہ اُن مسلمان فاتحین کے اعلیٰ اخلاق اور حسنِ معاملات اور اجلے کردار نے اُن ملکوں اور شہروں کی رعایا کے دل و دماغ فتح کر لئے یہی وجہ تھی کہ بھارت کے معروف سیاسی رہنما ایم این رائے نے ایک موقعہ پر کہا تھا: کہ حقیقت یہ ہے کہ اسلامی تاریخ مذہبی رواداری اور مصالحت پسندی کی تاریخ ہے (دعوت/ دہلی/ ستمبر/ ۱۹۸۳ء)

محمد بن قاسمؒ کا ہندو رعایا سے سلوک

سندھ کا راجہ اور اس کے ملک کے وہ باشندے جو زمانۂ دراز سے خلافتِ اسلامیہ اور مسلمانوں کے لئے مستقل خطرہ بنے ہوئے تھے اُن کا خیال تھا کہ مسلمان فاتحین اُن پر فتح حاصل کرنے کے بعد اُن کے ساتھ نہایت ہی سختی کا برتاؤ کریں گے لیکن سندھ کے باشندے یہ دیکھ کر بہت حیران ہو گئے کہ دیبل کی فتح کے بعد محمد بن قاسمؒ نے عام معافی کا اعلان کر دیا اُس علاقہ کے باشندوں کو مکمل مذہبی آزادی دے دی گئی

کہ وہ جس طرح چاہیں عبادت کریں اُن سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا دیبل کے جیل خانہ کا محافظ گرفتار ہو کر محمد بن قاسمؒ کے سامنے لایا گیا اُس نے ترجمان کے ذریعہ اپنی بے گناہی اور مسلمانوں کی خیر خواہی کا ثبوت اس طرح پیش کیا کہ بدیل کی فوج کے جو لوگ سندھی فوج نے گرفتار کئے تھے وہ دیبل کے جیل خانہ میں میرے زیرِ نگرانی رکھے گئے تھے میں نے اُن مسلمان قیدیوں کے ساتھ بہت ہی اچھا سلوک کیا اور روزانہ اُن کو تمھاری فتوحات اور آمد کی خبریں سُنا سُنا کر خوش کرتا تھا اور جب کہ جے سیہ یہاں سے چلا گیا اور آپ نے فصیل شہر پر قبضہ کر لیا تو میں نے اُن کو جیل خانہ سے رہا کر دیا جو سب کے سب وہاں سے نکلتے ہی آپ کے لشکر میں شامل ہو گئے آپ اِن تمام باتوں کو اُن سے تصدیق فرما سکتے ہیں محمد بن قاسمؒ نے اُن کو بُلا کر تصدیق چاہی تو اُنھوں نے کہا کہ یہ ایک بہت بڑا پنڈت اور اپنے مذہب کا عالم فاضل شخص معلوم ہوتا ہے اُس نے ہمارے ساتھ بڑی مہربانی کا برتاؤ کیا ہے محمد بن قاسمؒ نے اُس پنڈت کا بہت شکریہ ادا کیا اور اُس پنڈت ہی کو شہرِ دیبل کا حاکم اعلیٰ مقرر کر کے حمید بن ذراع کو اُس کی ماتحتی میں شہرِ دیبل کا پولیس افسر مقرر کر دیا اور اس کو ہدایت کی گئی کہ ہندو شہریوں کی جان و مال اور جائداد کی پورے طور پر مکمل حفاظت کی جائے چنانچہ دیبل (کراچی) لوٹ مار اور غارت گری سے بالکل محفوظ رہا۔

راجہ داہر کا خط اور محمد بن قاسمؒ کا اُس کو جواب

دیبل کے مفتوح ہونے کا حال سُن کر راجہ داہر نے محمد بن قاسمؒ کو ایک خط لکھا جس میں اُن کو اپنی قوت و شوکت سے ڈرایا گیا تھا کہ تم اس فتح پر مغرور نہ ہو جانا ہم تم کو اس گستاخی کا مزا چکھائیں گے محمد بن قاسمؒ نے اس خط کے جواب میں لکھا۔

ہم نے تجھ پر تیری اس بداعمالی کے وجہ سے چڑھائی کی ہے کہ تو نے سراندیپ کے جہازوں کا مال جو خلیفہ کے لئے جاتا تھا لوٹ لیا اور بے گناہ مسلمانوں کو پکڑ کر قید کیا اُن سب سے بڑھ کر تو نے ہمارے معصوم ماؤں اور بہنوں اور اُن کے بچوں کو لونڈی اور غلام بنا لیا ہمارے خلیفہ کے فرمان کا ادب ساری دنیا کرتی ہے مگر تو نے اس کا کچھ بھی پاس و لحاظ نہیں کیا مجھکو خلیفہ نے حکم دیا ہے کہ تجھ کو اس گستاخی اور بداعمالی کی سزادوں اور تو نے جو اپنی شان و شوکت و قوت کی نسبت لکھا ہے اُس سے اطلاع حاصل ہوئی مگر ہم لوگ خدا پر بھروسہ رکھتے ہیں لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ (آئینہ حقیقت نماج ا ص ۱۱۰)

محمد بن قاسمؒ کے اس جواب سے معلوم ہو گیا کہ مسلمانوں کا سندھ پر حملہ کرنے کا اصل سبب ظلم ہے ملکوں پر قبضہ کر کے وہاں کے لوگوں کو مذہب سے ہٹانا نہیں تھا اور ظلم کے خلاف مسلمان ہمیشہ سے لڑتے آئے ہیں اور لڑ رہے ہیں اور قیامت تک لڑتے رہیں گے یہی بات ہمارے رب نے ہمیں سکھایا ہے کہ ظالم کا ساتھ مت دو مظلوموں کے ساتھ ہو جاؤ خواہ ظالم و مظلوم کا کوئی بھی مذہب ہو یہی ہمارے اسلاف نے ہمیں سکھایا ہے۔

مسلمانوں نے سندھ کو کس طرح فتح کیا

دیبل کی فتح اور انتظام سے فارغ ہونے کے بعد محمد بن قاسمؒ نیرون (اُس زمانے میں وہ شہر تھا جسے اب حیدر آباد (سندھ) کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔) کی جانب رُخ کئے اس شہر کے اُمراء نے پہلے ہی حجاج سے امن طلب کر چکے تھے چنانچہ یہ لوگ مناسب تحائف و ہدایا اور ساز و سامان لے کر اپنے شہر سے نکل پڑے اور راستے میں اسلامی لشکر سے مل کر محمد بن قاسمؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُن

کے سامنے سارے ہدایا اور تحائف وغیرہ پیش کیئے اور نہایت ہی تعظیم و تکریم کے ساتھ محمد بن قاسمؒ کو اپنے شہر میں لے گئے محمد بن قاسمؒ نے بھی ان لوگوں کے ساتھ نہایت محبت و اخلاق کا برتاؤ کیا اور کسی قسم کا نقصان اس شہر کو نہیں پہنچا۔

محمد بن قاسمؒ کا حجاج بن یوسف سے مزید آگے بڑھنے کی اجازت چاہنا

نیرون سے محمد بن قاسمؒ نے حجاج بن یوسف کو خط لکھا اور یہاں کی صورتِ حال سے مطلع کیا اس خط میں اُنھوں نے حجاج بن یوسف سے آگے بڑھنے اور مزید علاقے فتح کرنے کی اجازت طلب کی ان دنوں خراسان کے امیر قتیبہ بن مسلم باہلی تھے جو مشرق میں فتوحات کرتے ہوئے چین کی حدود تک پہنچ گئے تھے اُنھوں نے بھی حجاج سے آگے قدم بڑھانے کی درخواست کی تھی حجاج بن یوسف نے دونوں کو ایک ہی جواب دیا کہ جہاں تک فتوحات حاصل کر سکتے ہو اور آگے بڑھ سکتے ہو بڑھتے جاؤ محمد بن قاسمؒ کو حجاج بن یوسف کا یہ جواب نیرون ہی میں موصول ہوا۔ (برصغیر میں اسلام کے اوّلین نقوش ص ۱۵۱ / ۱۵۲)

محمد بن قاسمؒ کا شہرِ بروچ کی طرف رُخ کرنا اور وہاں کے لوگوں کا بخوشی اسلام قبول کرنا

اُس کے بعد محمد بن قاسمؒ نے شہرِ بروچ کی جانب رُخ کیا یہاں راجہ داہر کے بھتیجے سے مقابلہ کے بعد یہ شہر بھی فتح ہو گیا لیکن رات کے وقت جاٹوں نے اسلامی فوج پر شبخون مارنے کی کوشش کی جس میں اُنہیں کامیابی نہیں ہوئی اور جاٹ گرفتار ہو گئے جب اُن جاٹوں کو محمد بن قاسمؒ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو محمد بن قاسمؒ نے اُن کو سزا دینے کے بجائے نصیحت کر کے رہا کر دیا اور کسی قسم کا کوئی نقصان نہیں پہنچایا ان لوگوں نے جب مسلمانوں کو اس قدر رحم دل اور بُردبار دیکھا تو اُن کے دل پر اسلامی اخلاق کا بہت ہی گہرا اثر ہوا اور یہی عفوو درگزر کا سلوک تھا کہ جس نے جاٹوں کو اس بات پر آمادہ کر دیا کہ وہ اسلام قبول کریں اور ایسا ہی ہوا کہ تمام جاٹوں نے خوشی بخوشی دینِ اسلام کو قبول کر لیا۔

محمد بن قاسمؒ کا سیوستان کی طرف رُخ کرنا

اس مہم سے فارغ ہونے کے بعد محمد بن قاسمؒ نے سیوستان کی جانب رُخ کیا سیوستان میں راجہ داہر کا بھتیجا بجے رائے حکمران تھا جب محمد بن قاسمؒ نے اُس طرف کا عزم کیا تو وہ مقابلہ پر آمادہ ہوا لیکن شہر کے باشندوں نے جن میں بُدھ مذہب کے بڑے بڑے عالم بھی تھے ایک جلسہ کر کے یہ طئے کیا کہ چونکہ مسلمانوں سے جو شخص امن و امان طلب کرتا ہے وہ اُس کو امان دیدیتے ہیں اور مسلمان اپنے وعدے کو ضرور پورا بھی کرتے ہیں اس لئے اُن سے لڑنا اور جنگ کرنا مفید نہیں ہے چنانچہ اُنھوں نے بجے رائے کی خدمت میں آ کر یہ درخواست کی کہ مسلمانوں کا مقابلہ نہ کیجئے اور صلح و آشتی سے کام لیجئے مسلمان صلح کی درخواست کو رد نہیں کرتے اور کسی کے مذہب میں دخل اندازی بھی نہیں دیتے اس لئے کشت و خون کا ہنگامہ برپا کرنا فضول ہے مگر راجہ داہر کا بھتیجا بجے رائے نے اُن کی بات نہ مانا اور فوج تیار کر کے مقابلہ کے لئے کھڑا ہو گیا کئی روز تک جنگ جاری رہی ایک دن بجے رائے نے اپنا ایک جاسوس مسلمانوں کے لشکر میں بھیجا اس جاسوس نے مسلمانوں کو باجماعت نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور جا کر بجے رائے سے کہا کہ یہ لوگ اس قدر متحد و متفق ہیں کہ اُن کا مغلوب کرنا بہت دشوار ہے یہ سُن کر بجے رائے ایک رات میدانِ جنگ سے بھاگ گیا اور مسلمانوں کا سیوستان پر قبضہ ہو گیا۔

حجاج بن یوسف کا محمد بن قاسمؒ کو خط رعایا سے اچھا سلوک کرنے کا حکم

سیوستان کے فتح کے بعد محمد بن قاسمؒ کو حجاج بن یوسف کا یہ خط پہنچا کہ جس میں یہ لکھا ہوا تھا کہ:

جو کوئی تم سے جاگیر اور ریاست طلب کرے تم اُس کو نا اُمید نہ کرو التجاؤں کو قبول کرو اور امن وامان اور عفو سے رعایا کو مطمئن کرو سلطنت کے چار ارکان ہیں اول مدارو درگزر و محبت دوم سخاوت و انعام سوم دشمنوں کی مزاج شناسی اور اُن کی مخالفت میں عقل کو ہاتھ سے جانے نہ دینا چہارم قوت وشہامت۔ اور تم راجاؤں سے جو عہد کرو اُس پر قائم رہو جب وہ مال گزاری دینے کا اقرار کرلیں تو ہر طرح اُن کی اعانت وامداد کرو جب کسی کو سفیر بنا کر بھیجو تو اُس کی عقل وامانت کو جانچ لو اور جو شخص توحیدِ الٰہی کا اقرار اور تمھاری اطاعت کرے اُس کے تمام مال واسباب اور ناموس کو برقرار رکھو لیکن جو اسلام قبول نہ کرے اُس کو صرف اس قدر مجبور کرو کہ وہ تمھارا مطیع ہو جائے اور جو شخص بغاوت وسرکشی اختیار کرے اُس سے لڑنے کے لئے تیار ہو جاؤ شریف اور رذیل میں امتیاز کرو ایسا بھی نہ ہو کہ تمھاری صلح جوئی کو دشمن تمھاری کمزوری محسوس کریں۔ (آئینۂ حقیقت نُما ج۱ص ۱۲۹،۱۳۰)

محمد بن قاسمؒ کا سیوستان کے باشندوں کے ساتھ اچھا برتاؤ

محمد بن قاسمؒ نے یہاں کے باشندوں کو بھی کوئی نقصان نہیں پہنچایا اور یہاں کے پنڈتوں کو انعام اور اکرام سے مال ومال کر دیا اور اُن کو ملک کے بڑے بڑے انتظامی عہدے عطا کئے گئے۔

محمد بن قاسمؒ کا بدھیہ کی طرف رُخ کرنا اور بے شمار جاٹوں کا اسلام قبول کرنا

فتحِ سیوستان کے بعد اسلامی لشکر مقامِ بدھیہ کی طرف بڑھا یہاں کے حاکم کا نام کاکا تھا جو بڑا ہی بہادر اور سیاست داں تھا اُس کے پاس جاٹوں کی ایک زبردست فوج تھی اس فوج کے سپہ سالار کا نام برہمن تھا کاکا کو مسلمانوں کی فتوحات اور اُن کے اخلاق وعادات کا بخوبی علم تھا اُس نے ایک مجلسِ مشورت منعقد کر کے کہا کہ مسلمان ہندوستان کو ضرور فتح کرلیں گے جیسا کہ میں نے پُرانی کتابوں میں بزرگوں کی پیشن گوئیاں دیکھا ہے اُن کا مقابلہ کرنا خطرات سے خالی نہیں لیکن تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میری بہادری اور جنگ جوئی مسلمہ ہے میں بہت سے بڑے بڑے معرکوں میں ناموری حاصل کر چکا ہوں بس میری رائے یہ ہے کہ ہم کُھلے میدان اور دن کی روشنی میں اُن مسلمانوں کا مقابلہ نہ کریں بلکہ اُن پر شبخون ماریں اسی طرح کامیابی کی اُمید کی جاسکتی ہے چنانچہ نہایت تجربہ کار اور بہادر جاٹ انتخاب کر کے ایک ہزار کا لشکر شبخون مارنے پر متعین کیا گیا یہ لشکر راستہ بھول جانے کی وجہ سے اسلامی لشکر گاہ تک نہ پہنچ سکا اور صبح تک ریگستان میں اِدھر اُدھر گھومتا رہا اس ناکامی کو دیکھ کر اگلے دن کاکا اپنے سرداروں اور امیروں کے ساتھ اسلامی لشکر کی طرف روانہ ہوا راستہ میں بنانہ بن حنظلہ سے جو اسلامی لشکر کے مقدمۃ الجیش کے سردار تھے ملاقات ہوگئی کاکا نے اُن کے سامنے یہ خواہش کی کہ محمد بن قاسمؒ سے اُن کی ملاقات کرادیں چنانچہ بنانہ کاکا کو محمد بن قاسمؒ کے پاس لے گئے محمد بن قاسمؒ بڑی عزت کے ساتھ کاکا سے ملاقات کئے اُس نے شبخون کا حال سُنا کر کہا کہ اب میں آپ کی فرمابرداری کا اقرار کرتا ہوں محمد بن قاسمؒ نے کہا جب تم فرمابرداری کی بات کررہے ہو تو گھبرانے کی کوئی بات نہیں میں نے تمہیں معاف کر دیا اور محمد بن قاسمؒ اُسے اپنے لشکر میں اہم عہدہ بھی دیدیا۔ کاکا نے محمد بن قاسمؒ کے حسنِ سلوک سے متاثر ہو کر نہ صرف خود

اسلام قبول کرلیا بلکہ اس کی دعوت پر اُس کے فوج کے بے شمار جاٹ بھی خوشی بخوشی اسلام قبول کر لئے کا کا کے بعد اور بھی چھوٹے چھوٹے رئیسوں نے اطاعت قبول کر لیا اور محمد بن قاسمؒ نے کا کاہی کے مشورہ سے اُن پر ٹیکس مقرر کیا اس طرح محمد بن قاسمؒ دریائے سندھ کے مغربی کنارے کا تمام ملک فتح کرتے ہوئے شمال کی جانب دور تک چلے گئے۔

بجے رائے اور محمد ابن قاسمؒ کا پھر سے مقابلہ

بجے رائے جو راجہ داہر کا بھتیجا تھا اُس نے قلعہ سیسم پر اپنی پوری طاقت کے ساتھ محمد بن قاسمؒ کا مقابلہ کیا اور لڑائی میں مسلمانوں کے ہاتھوں سے مارا گیا ابھی چونکہ راجہ داہر کا مقابلہ باقی تھا اس لئے بجے رائے سے فارغ ہو کر محمد بن قاسمؒ جنوب کی جانب واپس ہوئے اور مقامِ نیرون میں آکر قیام کئے جس قدر فتح کر چکے تھے اُس کا بخوبی بندوبست کر دئے اور مکمل طور پر انتظامات کر دئے۔

دیبل کا ہندو حاکمِ اعلیٰ کا قبولِ اسلام

اوپر یہ بات گزر چکی ہے کہ دیبل کو فتح کرنے کے بعد محمد بن قاسمؒ نے وہاں کا حاکم اعلیٰ ایک پنڈت کو مقرر کیا تھا اس پنڈت نے اگر چہ شروع ہی سے اپنے آپ کو مسلمانوں کا ہمدرد ثابت کیا تھا اب اسلام سے مکمل واقف ہونے کے بعد اور مسلمانوں کی بلند حوصلگی کا معائنہ کرنے کے بعد اُس نے نیرون میں آکر محمد بن قاسمؒ کے ہاتھوں پر اسلام قبول کر لیا اور مولائے اسلام یا مولانا اسلامی کا خطاب پایا۔

محمد بن قاسمؒ کا راجہ داہر سے اس کی شورش پسندی کا انتقام لینے کے لئے آگے بڑھنا

مفتوحہ علاقوں کے لئے مکمل انتظامات سے فارغ ہونے کے بعد محمد بن قاسمؒ راجہ داہر سے اس کے ظلم کا انتقام لینے کے لئے جنوب کی جانب بڑھے جہاں دریا کے کنارے اُن سے ہندو سپہ سالار موکا سے مقابلہ کرنا پڑا اس معرکہ میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی اور سپہ سالار موکا اپنے تیس (۳۰) ہندو سرداروں کے ساتھ محمد بن قاسمؒ کے پاس چلا آیا محمد بن قاسمؒ نے حسبِ عادت موکا کی خوب مدارات کی اور ملک کے جس حصہ پر وہ حاکم تھا اس کی سندِ حکومت لکھ کر دیدئے اُس کے علاوہ بے حد و بے حساب مال و دولت موکا کو عطا کئے۔

راجہ داہر کا جنگ کے لئے تیار ہونا اور محمد بن قاسمؒ کو حجاج بن یوسف کا خط پہنچنا

محمد بن قاسمؒ نے مولانا اسلامی کو سفارت کے لئے منتخب کیا اور اُن کے ساتھ ایک شامی سردار کو بھی راجہ داہر کے پاس روانہ کیا، یہ سفارت جب راجہ داہر کے دربار میں حاضر ہوا تو راجہ داہر نے شامی سے تو کچھ نہیں کہا مگر مولانا اسلامی سے کہا کہ تو نے قدیمی دستور کے موافق مجھ کو سلام کیوں نہیں کیا مولانا اسلامی نے کہا کہ اب میں مسلمان ہو چکا ہوں ہم مسلمان نہ غیر اللہ کے سامنے جُھکتے ہیں نہ کافروں کو سلام کرنا ضروری سمجھتے ہیں راجہ داہر نے کہا اگر تو ایلچی بن کر نہ آیا ہوتا تو میں تجھ کو ابھی قتل کر دیتا مولانا اسلامی نے کہا کہ اگر تو مجھ کو قتل کر دیا تو ضرور مسلمان اپنے مسلمان بھائی کے خون کا بدلہ لے لیں گے پھر مولانا اسلامی نے محمد بن قاسمؒ کا پیغام پہنچایا کہ یا تو راجہ مسلمانوں کی اطاعت قبول کر لے ورنہ اسلامی لشکر سے مقابلہ کے لئے تیار ہو جائے راجہ داہر اس موقعہ پر بجائے اس کے کہ تدبر سے کام لیتا وہ مولانا اسلامی کے ساتھ نہایت سختی کے ساتھ پیش آیا اور اُس نے محمد بن قاسمؒ سے کہلوا بھیجا کہ ہم اطاعت کے مقابلہ میں جنگ کو ترجیح دیتے ہیں اور لڑائی کے لئے بالکل تیار ہیں اس جواب کے بعد ایک طرف راجہ داہر نے دریائے سندھ پر ایک بہت بڑی فوج بھیج دی اور دوسری جانب نہایت

وسیع پیمانہ پر اس قسم کے انتظامات کیا کہ محمد بن قاسمؒ دریائے سندھ کو عبور نہ کر سکے اس کے علاوہ راجہ داہر کی فوج نے سیوستان پر حملہ کر کے اسے مسلمانوں کے قبضہ سے نکال لیا۔لیکن مسلمانوں نے جلد ہی اسے واپس لے لیا غرضیکہ راجہ داہر کی فوج میں اور اسلامی لشکر میں با قاعدہ جنگ چھڑ گئی راجہ داہر اور اس کے سپہ سالاروں کا مقصد یہ تھا کہ وہ محمد بن قاسمؒ کو دریائے سندھ کے پار ہی جنگ میں مصروف رکھیں تا کہ اسلامی فوجیں دریائے سندھ پار نہ کر سکیں۔لیکن محمد بن قاسمؒ کے ماہرینِ جنگ نے بڑی سرعت کے ساتھ کشتیوں کا ایک ایسا پُل بنا لیا جس سے اسلامی فوج بڑی تیزی کے ساتھ دریائے سندھ کے اس پار پہنچنی شروع ہو گئی محمد بن قاسمؒ اور اُن کی فوج نے جب دریا کو عبور کر لیا اور داہر کی فوج سے مقابلہ شروع ہو گیا تو اُن کے پاس حجاج بن یوسف کا خط پہنچا جس میں یہ لکھا ہوا تھا۔

حجاج بن یوسف کا خط

پنج وقتہ نماز پڑھنے میں سُستی نہ ہو۔تکبیر و قرأت۔قیام و قعود اور رکوع و سجود میں خدا تعالیٰ کے سامنے تضرع و زاری کیا کرو۔زبان پر ہر وقت ذکرِ الٰہی جاری رکھو کسی شخص کو شوکت و قوت خدائے تعالیٰ کی مہربانی کے بغیر میسر نہیں ہو سکتی اگر تم خدائے تعالیٰ کے فضل و کرم پر بھروسہ رکھو گے تو یقیناً کامیاب اور منصور ہو گے۔ (آئینہ حقیقت نُما ج ا ص ۱۳۰)

راجہ داہر کا قتل

اسلامی لشکر کا دریائے سندھ کے اس پار پہنچنا تھا کہ راجہ داہر کے بیٹے جے سیہ کی فوج جو دریا کے اس پار کھڑی تھی گھبرا گئی اور ایک بھگدڑ سی مچ گئی گو یا اس طرح راجہ داہر کو پہلے ہی بڑے معرکہ میں شکست ہو گئی اس شکست کے بعد راجہ داہر نے مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے اپنے مسلم دوست محمد علافی اور اس کی فوج کو مقدمۃ الجیش کی شکل میں روانہ کیا مگر محمد علافی کو بھی شکست کا منہ دیکھنا پڑا اب اسلامی لشکر آگے بڑھنے کے بعد جے وار میں مقیم ہوا سامنے ہی راجہ داہر اپنے لشکر کو لئے ہوئے خیمہ زن تھا راجہ داہر کی فوج میں
پچیس (۲۵) تیس (۳۰) ہزار زرہ پوش سپاہی اور دس (۱۰) ہزار نیزہ بردار اور ساٹھ (۶۰) جنگی ہاتھی تھے اور اسلامی لشکر جس کی کل تعداد پندرہ (۱۵) ہزار تھی اس نے آگے بڑھ کر ایک ہنگامہ برپا کر دیا راجہ داہر اور اس کی فوج نے بھی بڑی ہمت اور مردانگی کے ساتھ مقابلہ کیا دو دن تک دونوں لشکروں میں زبردست جنگ ہوئی آخر کار تیسرے روز راجہ داہر کی فوج کے پیر اُکھڑ گئے لیکن راجہ داہر ایک ہزار سپاہیوں کے ساتھ مل کر برابر لڑتا رہا یہاں تک کہ راجہ داہر مارا گیا اور راجہ داہر کی بیٹی سیتا گرفتار ہو گئی راجہ داہر کے مارے جانے پر بہت سے برہمنوں، ہندوؤں، اور فوجی سرداروں نے اپنے آپ کو محمد بن قاسمؒ کی خدمت میں پیش کر دئے اور اسلام قبول کر لئے۔

راجہ داہر کو کس نے قتل کیا؟

ایک روایت میں بتایا گیا ہے کہ اُسے قبیلہ بنی کلاب کے ایک فوجی نے قتل کیا تھا۔

دوسری روایت کے مطابق قبیلہ بنو طے سے تعلق رکھنے والے ایک سپاہی قاسم کی تلوار سے راجا داہر کا سرتن سے جُدا ہوا۔

اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ اُس کے قاتل کا تعلق تو قبیلہ بنو طے ہی سے تھا لیکن قاتل کا نام قشعم بن ثعلبہ طائی تھا۔

قشعم بن ثعلبہ نے اپنے اس بہت بڑے بہادرانہ کارنامے کو جن اشعار کے قالب میں ڈھالا ہے وہ لائقِ ملاحظہ ہیں۔

الخیل تشھد یوم داھر والقضا و محمد بن القاسم بن محمد

انی فرجت الجمع غیر معرد حتی علوت عظیمھم بمھند

فترکتہ تحت الحجاج مجدلا متعفر الخدین غیر موسد

یعنی جس دن داہر سے جنگ ہوئی گھوڑے اور نیزے اور محمد بن قاسم گواہی دیتے ہیں۔
کہ اس دن مَیں فوجیوں کی صفوں کو چیرتا پھاڑتا ہوا اہلِ سندھ کے عظیم حکمران راجا داہر پر ہندی تلوار سے غالب آ گیا۔
میں نے اُسے گرد و غُبار کے نیچے پڑا ہوا اس حالت میں چھوڑا کہ اس کے رُخساروں پر مٹی کی تہ جمی ہوئی تھی اور اُس کے سر کے نیچے کوئی تکیہ نہ تھا۔ (برصغیر میں اسلام کے اوّلین نقوش ص ۱۵۵/۱۵۶)

حضرت حسن بصریؒ کے فرزند کا جنگ کا حال بیان کرنا

حضرت حسن بصریؒ کے فرزندِ گرامی حضرت کہمس جو نامور تابعی تھے اس جنگ میں فوجی کی حیثیت سے محمد بن قاسمؒ کے لشکر میں شامل تھے وہ اس جنگ کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ راجا داہر بہت بڑی فوج لے کر ہمارے مقابلہ میں آیا ستائیس جنگی ہاتھی اس کے ساتھ تھے دریائے سندھ عبور کر کے ہم اس کے لشکرِ جرار کا مقابلہ کرنے کے لئے گئے اور پھر شدید جنگ ہوئی جس میں عددی اعتبار سے بھی داہر کی فوج بہت زیادہ تھی حربی ساز و سامان کا بھی کوئی حساب نہ تھا سب سے بڑی بات یہ کہ جہاں جنگ ہو رہی تھی گرد و پیش کا تمام علاقہ خود اس کی یا اس کے ہم مذہب راجوں مہاراجوں کی قلمرو میں شامل تھا لیکن اس کے باوجود دشمنوں کی ہزیمت اور مسلمانوں کو کامیابی ہوئی۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور اس کی رحمت تھی۔ (برصغیر میں اسلام کے اوّلین نقوش ص ۱۵۷)

راجہ داہر کی بیٹی سیتا

سیتا جو راجہ داہر کی بیٹی تھی اُس کے گرفتار ہونے کے بعد محمد بن قاسمؒ کو اُس پر شک گزرا تھا کہ یہ سندھی معزول و مغلوب راجاؤں سے مل کر خفیہ رابطوں کے ذریعہ نقصان نہ پہنچائے اس وجہ سے اُس کی بہت سخت نگرانی کی گئی یہ شہزادی اس خطرے کی علامت تھی کہ اپنی قوم کے ساتھ مل کر عربوں سے دھوکہ کر جائے اپنے مقتول باپ اپنے مفتوح علاقوں اپنے مصیبت زدہ خاندان کے انتقام پر نہ اُتر آئے۔
شہزادی سیتا نوجوان محمد بن قاسمؒ سے محبت کا اظہار کرتی تھی مگر سچ یہ ہے کہ مقتول راجہ داہر کی بیٹی نے محمد بن قاسمؒ سے محبت کا اظہار ایک چال کے طور پر کیا تھا اس ظاہری محبت سے اپنے مقصد کو حاصل کرنا چاہتی تھی اِس ظاہری محبت کو اپنے اصل ہدف تک پہنچنے کا وسیلہ بنا رہی تھی جہاں تک ممکن ہوا سیتا نے اپنے معاملہ کو پوشیدہ رکھنے کی کوشش کی کہ کہیں اُس کی رسوائی نہ ہو اُس کا بھید نہ کھلے مگر اُس کا خیال خائب و خاسر ہوا اُس کی تدابیر نے مستقبل کے لئے بدترین کروٹ لی۔
لیکن محمد بن قاسمؒ نے اپنی مؤمنانہ فراست سے اُس کے پوشیدہ رازوں کو بھانپ لیا اور اُس کے اس انداز سے شک ہو گیا جو وہ قید کی حالت میں رات کی تاریکی میں باہر نکلتی اور پھونک پھونک کر قدم رکھتی اور درختوں کے درمیان سے اُن کے سایوں میں سے ہو کر نکلتی جب اپنے کام سے فارغ ہو کر واپس ہوتی تو ایسا لگتا کہ وہ اپنے مراد کو پالی ہے۔

حسبِ معمول ایک رات سیتا اپنے مقصد کے حصول کے لئے نکلی محمد بن قاسمؒ اُس کے قدموں کے تعاقب میں گھات لگا کر بیٹھنے والے جاسوس چاروں طرف پھیلا رکھے تھے۔ وہ اس اہم معاملے کی کڑی نگرانی پر مامور تھے وہ جاسوس غیر محسوس انداز میں اُس کے پیچھے ہو لیتے تھے اُن جاسوسوں کی تیز نگاہیں اُس راجہ داہر کی بیٹی سیتا پر جمی رہتی تھیں وہ جاسوس اُس کی آمدورفت سے بالکل بے خبر نہ تھے۔

ایک رات اُن جاسوسوں نے دیکھا کہ سیتا تین آدمیوں سے مختصر سی ملاقات کی ہاتھ میں کوئی چیز پکڑ کر ہاتھ اُن کی طرف بڑھائی اُن تین آدمیوں سے ایک نے بہت احتیاط سے وہ چیز سیتا سے لے لیا پھر وہ تینوں آہستہ سے چلے تیز نہیں چلے پھر سیتا فوراً واپس ہوئی۔

سیتا کو پورا یقین تھا اِس بات کا کہ اُس کو اور اُن تین آدمیوں کو کسی نے نہیں دیکھا اندھیری رات کے پردے میں اپنے کو محفوظ تصور کرتی رہی حالانکہ اُس کے پیچھے مقرر کئے ہوئے جاسوسوں نے اُسے دیکھ لیا تھا۔ پھر جو کچھ اُن جاسوسوں نے دیکھا تھا وہ سب کچھ محمد بن قاسمؒ کو بتا دیا بالآخر بن قاسمؒ نے سیتا کو بلا بھیجا باتوں باتوں میں اُس سے معلوم کرنا چاہا شروع سے آخر تک بات کے اشارے دئے یہاں تک کہ محمد بن قاسمؒ کو پورا یقین ہو گیا کہ شہزادی ہمارے دشمنوں کی مدد کر رہی ہے۔

مگر محمد بن قاسمؒ نے پھر بھی شرافت کا ثبوت دیتے ہوئے اُسے قتل کرنے کے بجائے گرفتار کر کے دارالخلافہ دمشق روانہ کر دیا شاید اس کے بعد اللہ تعالیٰ اُس کے لئے کوئی بہتری کی صورت پیدا فرما دے۔

راجہ داہر کے مارے جانے کے بعد محمد بن قاسمؒ کو حجاج بن یوسف کا خط

تمھارا اہتمام اور انتظام اور ہر ایک کام شریعت کے موافق ہے۔ مگر ہر خاص و عام کو امان دینے اور دوست و دشمن میں تمیز نہ کرنے سے ایسا نہ ہو کہ کام بگڑ جائے۔ جو لوگ بزرگ اور ذی وقعت ہوں اُن کو ضرور امان دو لیکن شریر اور بدمعاشوں کو دیکھ بھال کر آزاد کیا کرو اپنے عہد و پیمان کا ہمیشہ لحاظ رکھو اور امن پسند رعایا کا عزت واحترام کرو (آئینہ حقیقت نما ج ا ص ۱۳۰)

اگلے دن محمد بن قاسمؒ کا اپنی حکومت کی پالیسی کا اعلان کرنا

اگلے دن محمد بن قاسمؒ نے عام اعلان کر دیا کہ جو شخص چاہے اسلام قبول کرے اور جو چاہے اپنے آبائی مذہب پر قائم رہے ہماری طرف سے کوئی تعرض نہیں ہو گا جو اپنے آبائی مذہب پر قائم رہے گا اُس سے بھی ایک معمولی ٹیکس وصول کیا جائے گا جس کا نام جزیہ ہے اور جو مسلمان ہیں یا ہوئے ہیں اُن میں جو مالکِ نصاب ہیں اُن کو زکوٰۃ ادا کرنا ہو گا۔

برہمن آباد کی فتح

راجہ داہر کے مرنے کے بعد راجہ داہر کا وزیر سی ساگر اور راجہ داہر کا دوست محمد علافی اور راجہ داہر کا بیٹا جے سیہ اور راجہ داہر کی بیوی مائی جو راجہ داہر کی حقیقی بہن بھی تھی اور راجہ داہر کے تمام رشتہ دار سردار اور اُمراء نے قلعہ روہڑی میں جمع ہونے کے بعد اس پر غور کیا کہ آئندہ کون سا قدم اُٹھایا جائے راجہ کی بیوی مائی نے تو ستی ہو جانے کا فیصلہ کیا اور اپنی سہلیوں کے ساتھ چتا میں بیٹھ کر ستی ہوگئی اور باقی لوگوں نے وزیر سی ساگر اور محمد علافی کی اس رائے پر عمل کیا کہ برہمن آباد میں پہنچ کر فوج جمع کی جائے اور مسلمانوں کا مقابلہ کیا جائے چنانچہ برہمن آباد پہنچنے کے بعد زبردست فوجی تیاریاں شروع ہوگئیں برہمن آباد سندھ کا وہ پُرانا شہر تھا جس کے ارد گرد دور تک پھیلی ہوئی جھاڑیاں اور بے شمار درخت تھے یہ ایسا جنگل تھا جس میں لوگوں کے چھپ جانے اور روپوش ہو جانے کی بڑی گنجائش تھی چنانچہ راجہ داہر کے ہزاروں سپاہی اس جنگل میں چھپ گئے وہ موقع پا کر مسلمانوں پر حملہ کرنا چاہتے تھے تا کہ راجہ داہر کی موت کا بدلہ لیا جا سکے محمد بن قاسمؒ کو اس کی اطلاع ہوئی تو محمد بن قاسمؒ نے برہمن آباد اور اُن شہروں میں جو ابھی فتح نہیں ہوئے تھے یہ اعلان کرا دیا کہ جو لوگ اطاعت قبول کریں گے وہ مکمل پُرامن رہیں گے اور اُن کو عام معافی دی جائے گی۔ راجہ داہر کا وزیر سی ساگر نے اس اعلان سے فائدہ اُٹھا کر اپنا معتمد محمد بن قاسمؒ کے پاس بھیجا اور اطاعت کا وعدہ کیا جس پر محمد بن قاسمؒ نے سی ساگر کے نام کا امان نامہ لکھ کر معتمد کو دے دیا اس کے بعد محمد بن قاسمؒ نے برہمن آباد پر حملہ کیا تو وزیر سی ساگر نے چپکے سے محمد بن قاسمؒ کے پاس پہنچ گیا محمد بن قاسمؒ نے وزیر سی ساگر کی بے حد عزت افزائی کی اور وزارتِ عظمیٰ کا عہدہ عطا کر دیا اِدھر راجہ داہر کا بیٹا جے سیہ برہمن آباد کے قلعہ میں محصور ہونے کے بعد اسلامی لشکر کا چھ ماہ تک مقابلہ کرتا رہا اس مقابلہ میں محمد علافی بھی جے سیہ کے ساتھ تھا لیکن جب ان دونوں نے یہ دیکھا کہ اسلامی لشکر پر فتح پانا ناممکن ہے تو جے سیہ اور علافی دونوں برہمن آباد سے فرار ہو گئے جے سیہ کے چلے جانے کے بعد برہمن آباد کے باشندوں نے محمد بن قاسمؒ کے پاس درخواست بھیجی کہ اگر ہم کو جان و مال کی امان دیں تو ہم شہر کا دروازہ کھول دیں گے محمد بن قاسمؒ نے اُن کی درخواست منظور کر لی اور شہر کا دروازہ کھل گیا دروازہ کے کھلتے ہی جیسے ہی اسلامی فوج برہمن آباد میں داخل ہوئی راجہ کی بقیہ فوج نے بھاگنا شروع کر دیا۔ راجہ داہر کی دوسری بیوی رانی لادی آخر وقت تک مقابلہ کرتی رہی اور مقابلہ کرتے ہوئے گرفتار ہوگئی جب اسے محمد بن قاسمؒ کے سامنے لایا گیا تو اُس نے محمد بن قاسمؒ کے اعلیٰ اخلاق دیکھ کر مسلمان ہوگئی تاریخ کی کتابوں میں یہاں تک لکھا ہوا ہے کہ اُس نے اسلام قبول کرنے کے بعد محمد بن قاسمؒ سے نکاح بھی کر لیا جنگی قیدی جب محمد بن قاسمؒ کے سامنے پیش ہوئے تو اُنھوں نے اُن سب کو رہا کر دیا اور سارے عوام کو ہر قسم کی مذہبی اور معاشرتی آزادی دی گئی۔

محمد بن قاسمؒ کا پجاریوں اور ہندوؤں کو مکمل مذہبی آزادی دینا

برہمن آباد کی فتح کے بعد محمد بن قاسمؒ جب وہاں کے تمام انتظام کر چکے تھے بہت سے مندروں کے پجاری محمد بن قاسمؒ کے پاس آئے اور کہا کہ اے محمد بن قاسمؒ ہندوؤں نے مسلمان سپاہیوں کے ڈر سے بتوں کی پوجا کے لئے مندروں میں آنا کم کر دیا ہے جس سے ہماری آمدنی میں فرق آ گیا ہے مندروں کی مرمت بھی نہیں ہوئی، لڑائی کے ہنگاموں اور محاصرے کے ایام میں منجنیقوں کے پتھروں سے ہمارے بعض مندر کہیں کہیں سے ٹوٹ گئے ہیں آپ اپنے اہتمام سے ہمارے مندروں کو درست کرائے اور ہندوؤں کو کہئے کہ وہ مندروں میں آ کر

بتوں کی پوجا کریں۔ آپ نے تو کاشت کاروں، سوداگروں، اور کاریگروں کے حال پر بڑی مہربانی کی ہے۔ ہم لوگ جو مندروں کے متولی ہیں آپ کی عنایت سے کیوں محروم ہیں۔

محمد بن قاسمؒ نے کہا کہ تمھارے مندروں کا اہتمام تو شہرِ اُلور سے متعلق ہے۔ (اُلور ابھی فتح نہیں ہوا تھا) میں کیسے دخل دے سکتا ہوں برہمنوں نے کہا کہ اُن مندروں کے مالک اور مہتمم ہم خود ہیں اور اب ہم آپ کی رعایا بن چکے ہیں آپ نے مذہبی آزادی کا اعلان کیا ہے لہذا ہمارے مندروں کی تعمیر ومرمت اور ہماری آمدنی کے نقصان کی تلافی آپ کو کرنی پڑے گی۔ محمد بن قاسمؒ اس معاملے میں اپنی رائے سے کوئی فیصلہ نہیں کر سکے اُنھوں نے فوراً حجاج بن یوسف کے پاس ایلچی روانہ کیا اور برہمنوں کے مطالبہ کی تفصیل لکھ کر مشورہ طلب کیا کہ مجھ کو اس معاملے میں کیا کرنا چاہیئے؟ حجاج بن یوسف نے محمد بن قاسمؒ کو لکھا کہ:

حجاج بن یوسف کا خط

تمھارے خط سے معلوم ہوا کہ برہمن آباد کے ہندو اپنے مندروں کی عمارت درست کرنا چاہتے ہیں۔ چونکہ اُنھوں نے اطاعت قبول کر لی ہے۔ اس لئے اُن کو اپنے معبود کی عبادت میں آزادی حاصل ہونی چاہیئے اور کسی قسم کا جبر کسی پر مناسب نہیں ہے۔ (آئینۂ حقیقت نُما ج ۱ ص ۱۳۱)

محمد بن قاسمؒ کا برہمنوں کو سمجھانا اور حجاج بن یوسف کا محمد بن قاسمؒ کی تعریف کرنا

محمد بن قاسمؒ نے ایسا ہی کیا جیسا کہ حجاج بن یوسف کا حکم تھا اور برہمنوں کو سمجھایا کہ شام وعراق اور ایران میں مسلمانوں نے یہودیوں ،عیسائیوں اور آتش پرستوں کے معبد خانوں کو جس طرح کوئی نقصان نہیں پہنچایا اُسی طرح تمھارے عبادت خانوں کو بھی ہم کوئی نقصان پہنچانا نہیں چاہتے۔ اس کے بعد محمد بن قاسمؒ کے پاس حجاج بن یوسف کا یہ خط آیا جس میں یہ لکھا ہوا تھا۔

میں تمھارے ملکی انتظام سے بہت خوش ہوا ہوں۔ تم ایسے کام کرو کہ تمھارا نام روشن ہو اور تمھارے دشمن عاجز و پریشان ہوں تمھارا ہر ایک کام میں مجھ سے صلاح پوچھنا تمھارے حزم اور احتیاط کی دلیل ہے مگر فاصلہ اس قدر دراز ہے کہ خط کا جواب پہنچنے میں دیر ہوتی ہے اور اس سے کاموں میں التوا ہوتا ہے اس لئے تم اب بطورِ خود رعیت نوازی اور عدل گستری کے طریقوں پر آزادانہ عمل درآمد کرو۔ اُس کے بعد محمد بن قاسمؒ نے ایک مقام کو فتح کر کے وہاں کے تمام حربی اور غیر حربی لوگوں کو امان دیدی اور ہر قسم کا محصول بھی اُن کو معاف کر دیا اور تمام کیفیت حجاج بن یوسفؒ کو لکھ کر بھیجی حجاج بن یوسف نے اُن کے جواب میں لکھا کہ:

جو لوگ اہلِ حرب ہیں اُن کو قتل کرو۔ جو مطیع ہوں اُن کو امان دو صناع اور تاجروں پر کوئی محصول اور ٹیکس عائد نہ کرو۔ جو شخص زراعت میں زیادہ توجہ اور جاں فشانی سے کام لیتا ہے اُس کو تقاوی دو جو لوگ مسلمان ہو چکے ہیں اُن سے زمین کی پیداوار کا دسواں حصہ وصول کرو اور جو لوگ اپنے مذہب پر قائم ہیں اُن سے وہی مال گزاری وصول کرو جو وہ اپنے راجاؤں کو دیا کرتے تھے (آئینۂ حقیقت نُما ج ۱ ص ۱۳۲/ ۱۳۳)

مصنفِ چچ نامہ لکھتا ہے کہ محمد بن قاسمؒ برہمنوں کی طرف زیادہ مائل ہوئے، اُن کو بڑے بڑے عہدوں پر فائز کئے، کیونکہ اُنہیں خیال پیدا ہو گیا تھا کہ یہ ایمان دار ہوتے ہیں، اُن کے ساتھ دغا نہ کریں گے، اُنھوں نے اُن کو عہدے یہ کہہ کر دئے کہ یہ نسلاً بعد نسلٍ تمھارے یہاں برقرار رہیں گے، دوسروں کو نہیں دئے جائیں گے اُس کا اچھا اثر یہ پڑا کہ یہ برہمن علاقے میں ہر جگہ جا کر یہ کہنے لگے کہ اگر یہاں کے لوگ

عربوں کی نیازمندی کریں گےتو وہ اُن کے موردِ فضل و کرم ہوں گے (چچ نامہ ص:۲۱۱،۲۱۰)

پھرآ گے لکھتاہے کہ کاشتکاروغیرہ خود محمد بن قاسمؒ کے پاس آئے اورخراج دینا قبول کرلیااس کے بعد محمد بن قاسمؒ نے برہمن آباد کے عمال کو ہدایت دی کہ سلطان اوررعایا کے درمیان پوری سچائی سے معاملات طئے کئے جائیں گے اگرتقسیم کا معاملہ ہوتو دونوں میں نصفاً نصف طے کیا جائے ،خراج اتنا مقرر کیا جائے کہ یہ ادا ہو سکے،خراج دینے والوں کے ساتھ زیادتی نہ کی جائے تاکہ ملک خراب نہ ہونے پائے۔(چچ نامہ ص:۲۱۱)

عام لوگوں کے ساتھ نرمی

یہ تو برہمن عمال کو ہدایت دی گئی ، پھر محمد بن قاسمؒ نے تمام لوگوں کو علاحدہ بلا کر اُن سے کہنے لگے کہ تم ہر طرح خوش رہنے کی کوشش کرو، کسی بات کا اندیشہ نہ لاؤ،تم سے کوئی موخذاہ نہ کیا جائے گا، میں تم سے خراج کے لئے کوئی دستاویز یا قبالہ نہیں لکھتا ہوں جو تم پر مقرر کر دیا گیا ہے اس کو ادا کرتے رہو، وصولی میں بھی تمھارے ساتھ نرمی اور رعایت کی جائے گی ،تمھاری ہر درخواست کی شنوائی ہوگی ،شافی جواب پاؤ گے ،اور تمھاری ہر مراد پوری ہوتی رہے گی (چچ نامہ ص:۲۱۲)

حجاج بن یوسف کا محمد بن قاسمؒ کی دوبارہ تعریف کرنا

حجاج بن یوسف نے محمد بن قاسمؒ کی تعریف کرتے ہوئے خط میں لکھا:

اے ابن عم محمد بن قاسم تم نے رعیت نوازی اور رفاہِ عام میں جو کوشش کی ہے وہ نہایت تعریف کے قابل ہے۔(آئینہ حقیقت نما ج ا ص ۱۳۱)

منتخب ہونا آپ کو قوم و ملک کے خلاف اقدامات کرنے کا اختیار نہیں دیتا (ترکی صدر رجب طیب اردوغان)

اُلور کی فتح

برہمن آباد کے اہم مورچہ کو فتح کرنے کے بعد محمد بن قاسمؒ مقامِ سستھ کی جانب روانہ ہوئے یہاں کے باشندوں نے لڑنے کے بجائے محمد بن قاسمؒ کا پُرجوش استقبال کیا اُس کے بعد محمد بن قاسمؒ نے اُلور کی جانب رُخ کیا جہاں راجہ داہر کا چھوٹا بیٹا فیوفی حاکم تھا اسلامی لشکر شہر کے باہر خیمہ زن ہو گیا الور کے باشندوں نے مشورہ کے بعد یہ طے کیا کہ برہمن آباد کے باشندوں کی طرح مسلمانوں سے جان و مال کی امان مانگ لینا ہی بہتر ہے راجہ داہر کے بیٹے کو جب عوام کے ان ارادوں کا علم ہوا تو وہ الور سے بھاگ گیا چنانچہ محمد بن قاسمؒ نے الور کے باشندوں کے خواہش کے مطابق ان کو جان و مال کی حفاظت دے دی اور الور پر بغیر جنگ کے اسلامی فوجوں قبضہ ہو گیا۔

محمد بن قاسمؒ کے وعدہ پورا کرنے کا ایک عجیب وغریب واقعہ

اُلور کی فتح کے بعد محمد بن قاسمؒ کے پاس کچھ لوگ ایسے پکڑے ہوئے آئے جو آخر وقت تک مسلمانوں سے لڑے تھے محمد بن قاسمؒ نے اُن سب کو جلادوں کے سُپرد کر دیا کہ اُن سب کو قتل کر دے، اُن کو جب مقتل میں لے گئے تو اُن میں سے ایک شخص نے اپنے محافظوں سے کہا کہ میرے پاس ایک ایسی عجیب چیز ہے جو کسی نے کبھی نہ دیکھی ہو گی جلاد نے کہا دکھاؤ۔ اُس نے کہا کہ میں تمھارے سردار محمد بن قاسمؒ کو دکھا سکتا ہوں چنانچہ اس کی اطلاع محمد بن قاسمؒ کو ہوئی محمد بن قاسمؒ نے اُس کو اپنے سامنے طلب کیا اور کہا کہ تو کیا دکھاتا ہے۔ اُس نے کہا کہ وہ ایک عجیب وغریب چیز ہے جو کسی نے کبھی دیکھی نہیں ہو گی مگر میں اُس کو اُس وقت دکھاؤں گا جب کہ مجھ کو اور میرے سارے کنبہ کو امن و امان دی جائے محمد بن قاسمؒ نے کہا کہ میں نے امان دیدی اُس نے کہا کہ اپنا تحریری اور دستخطی امان نامہ دو تو میں اُس کو دکھاؤں گا ورنہ نہیں محمد بن قاسمؒ نے سمجھا کوئی بڑی چیز ہو گی اس لئے امان نامہ کو دستخط کر کے اُس کے حوالے کر دیا، امان نامہ لے کر اُس نے اپنی مونچھوں کو تاؤ دیا۔ اور سر کے بالوں کو بکھیر دیا اور ڈاڑھی پر ہاتھ پھیرا اور پاؤں کے انگلیوں کو اپنے سر سے لگایا پھر ناچنے لگا اور کہنے لگا کہ کوئی آدمی میرا یہ عجیب وغریب تماشہ اپنی پوری زندگی میں کبھی دیکھا نہیں ہو گا محمد بن قاسمؒ بہت حیران ہو گئے اور لوگ جو وہاں پر موجود تھے کہنے لگے یہ کیا عجیب تماشا ہے جس کے لئے امان دی جائے اِس نے ہم کو دھوکہ دیا ہے اِس کو تو قتل کرنا چاہئے۔ محمد بن قاسمؒ نے کہا قولِ مرداں جاں دارد چونکہ میں اُس کو امان دے چکا ہوں اس لئے اپنے اِس وعدے سے نہیں پھر سکتا ہاں یہ مناسب ہے کہ اُس کو قیدی بنالیا جائے اور اس معاملے میں حجاج کے ذریعہ علماء سے فتویٰ طلب کیا جائے جب حجاج کے پاس یہ تمام کیفیت لکھی ہوئی پہنچی تو اُس نے خلیفہ ولید بن عبد الملک کے ذریعہ کوفہ اور بصرہ کے علماء سے پوچھا اور اس معاملے میں فتویٰ طلب کیا علمائے کوفہ و بصرہ نے اور خلیفہ ولید بن عبدالملک نے بھی حجاج کو لکھا کہ اس مجرم کے ساتھ جو وعدہ کیا گیا ہے وہ ضرور پورا ہونا چاہئے چنانچہ محمد بن قاسمؒ کے پاس حجاج بن یوسف کے پاس سے جواب آنے پر وہ شخص اور اُس کے کُنبے کے بائیس (۲۲) آدمی جو واجب القتل تھے رہا کر دیئے گئے (آئینہ حقیقت نُما ج ۱ ص ۱۳۳ / ۱۳۴ ماخوذ از تاریخ معصومی)

الور کے بعد محمد بن قاسم کا قلعہ بابیہ کی جانب روانہ ہونا

الور کے بعد محمد بن قاسمؒ قلعہ بابیہ کی جانب روانہ ہوئے جو دریائے بیاس کے جنوبی کنارے پر واقع تھا اس قلعہ میں راجہ داہر کا چچا زاد بھائی کاکسا بن چندر بن مقیم تھا یہ اپنے زمانے کا بہت بڑا عالم اور فاضل تھا اور محمد بن قاسمؒ کے رویہ نے اسے پہلے ہی سے اُن کا گرویدہ بنا دیا تھا

چنانچہ محمد بن قاسمؒ جب اس قلعہ کے قریب پہنچے تو کاکسا نے بلا تکلف قلعہ کے دروازے کھول دئے محمد بن قاسمؒ نے اس کی عزت افزائی کرتے ہوئے اس کو ایک طرف وزیرِ خزانہ کا عہدہ عطا کیا دوسری جانب اپنا سپہ سالار بھی بنا دیا۔

ملتان کی فتح

ملکِ سندھ کے تمام اہم مقامات اور شہروں پر مسلمانوں کا قبضہ ہو چکا تھا صرف ملتان باقی رہ گیا تھا قارئین اس بات کو بھی ذہن نشین کر لیں کہ اُس زمانہ کا ملکِ سندھ موجودہ زمانہ کے صوبہ سندھ سے کہیں زیادہ وسیع تھا آج سے بارہ سو سال پہلے کا سندھ ایک ایسا ملک تھا جو موجودہ مغربی پاکستان سے بھی بڑا تھا جس میں بلوچستان، مکران، موجودہ صوبہ سندھ، صوبہ سرحد کا ایک حصہ صوبہ پنجاب کا بیشتر حصہ مالوہ، راجپوتانہ ،کاٹھیاواڑ اور گجرات وغیرہ شامل تھے، محمد بن قاسمؒ نے ملتان کی فتح سے پہلے دریائے بیاس پار کر کے قلعہ اسکلندہ فتح کیا اس کے بعد قلعہ سکہ پر حملہ کیا جو دریائے راوی کے جنوب میں تھا اس قلعہ کے فتح کے بعد ملتان کا محاصرہ شروع کیا یہاں کا حاکم کاکسا کا بھائی گورسیہ تھا جو دو ماہ محصور رہ کر اسلامی لشکر کا مقابلہ کرتا رہا اس کے بعد بھاگ کر کشمیر چلا گیا تو اسلامی فوج کا ملتان پر قبضہ ہو گیا دوسرے شہروں کی طرح اس شہر کے باشندوں کو بھی جان اور مال کی امان دیدی گئی اور شہر کے معززین کو محمد بن قاسمؒ نے خوب نوازا۔

سندھ کے باشندوں کا قبولِ اسلام

یوں تو اسلام محمد بن قاسمؒ کے حملہ سے پہلے ہی سندھ میں پھیلنا شروع ہو گیا تھا لیکن محمد بن قاسمؒ کے سندھ کی سرزمین پر قدم رکھنے کے بعد سندھ کے باشندوں کی اسلام سے دلچسپی اور بھی زیادہ بڑھ گئی اُس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ محمد بن قاسمؒ اور اُن کے عمال نے سندھ کے ہندو باشندوں کے ساتھ اس قدر شریفانہ اور نرمی کا برتاؤ کیا کہ اُن کے دلوں میں محمد بن قاسمؒ اور مسلمانوں کی عزت اور محبت خود بخود پیدا ہوگئی تھی چنانچہ محمد بن قاسمؒ کے سندھ کی سرزمین پر قدم رکھنے کے بعد سے لے کر فتحِ ملتان تک لاکھوں سندھ کے باشندے خوشی بخوشی مسلمان ہو گئے محمد بن قاسمؒ نے جس وقت سندھ کا معرکہ شروع کیا تھا اس وقت محمد بن قاسمؒ کے ساتھ بارہ ہزار (۱۲) ہزار شامی اور عراقی سپاہی تھے ان سپاہیوں کی بڑی تعداد جنگ میں شہید ہو چکی تھی لیکن پھر بھی فتحِ ملتان کے وقت محمد بن قاسمؒ کی فوج میں پچاس ہزار سپاہی تھے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ سب کے سب تقریباً نو مسلم تھے جنھوں نے مسلمان ہونے کے بعد اپنی زندگیاں اسلامی سلطنت کے لئے وقف کر دئے تھے محمد بن قاسمؒ کے دورِ حکومت کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اُنھوں نے یا اُن کے عمال نے کسی ایک ہندو کو بھی اسلام قبول کرنے کے لئے مجبور نہیں کیا اور اُن کے وسعتِ نظری کا یہ عالم تھا کہ عمال مقرر کرتے وقت اُن کے سامنے ہندو یا مسلم کا کوئی سوال نہ تھا چنانچہ دیبل کا حاکمِ اعلیٰ ایک پنڈت تھا جو بعد میں جا کر بخوشی اسلام قبول کیا اور اُس کا نام مولانا اسلامی رکھا گیا اس پنڈت کے علاوہ کاکا، موکا، سی ساگر، کاکسا وغیرہ وغیرہ غیر مسلم ہونے کے باوجود بڑے بڑے عہدے دئے گئے اور محمد بن قاسمؒ کو اپنے ہندو وزراء اور عمال پر اس قدر بھروسہ تھا کہ اُن کے مشورہ کے بغیر محمد بن قاسمؒ ایک قدم نہیں اُٹھاتے تھے حقیقی بات یہی ہے کہ محمد بن قاسمؒ نے جس رواداری کا ثبوت دیا ہے وہ اُن کی سیاست دانی کا بہترین نمونہ ہے محمد بن قاسمؒ کی اس رواداری، مذہبی آزادی اور حسنِ سلوک ہی کا یہ نتیجہ تھا کہ مُٹھی بھر مسلمانوں نے ایک بہت بڑے ملک کے کئی کروڑ باشندوں کو اپنا ہم نوا بنا لیا تھا محمد بن قاسمؒ نے اگر رحم دلی اور رواداری کے بجائے تلوار

کے زور سے مسلمان کئے ہوتے تو آگے نہ تو وہ فتح حاصل کرتے اور نہ اُن کے چلے جانے کے بعد نومسلم اسلام میں قائم رہتے چنانچہ محمد بن قاسمؒ کے سندھ سے جانے کے بعد ایک بھی ایسی مثال نہیں ملتی کہ نومسلم نے اسلام چھوڑ کر پھر سے کفر اختیار کرلیا ہو بلکہ دینِ اسلام کے ماننے والوں کی تعداد محمد بن قاسمؒ کے چلے جانے کے بعد اور بھی زیادہ بڑھتی چلی گئی محمد بن قاسمؒ نے اپنے حکومت کے دور میں جہاں سندھ کے تمام بڑے بڑے شہروں میں مسجدیں تعمیر کرائیں وہاں مندروں کی تعمیر میں بھی کھلے دل کے ساتھ امداد دی غرضیکہ محمد بن قاسمؒ ایک ایسے لائق سیاستداں تھے جن کی رواداری کو مسلمان تو مسلمان اُن کے مخالفین نے بھی تسلیم کیا ہے۔

اگر عمل کی کمی نہ ہو تو عالمِ اسلام نہ تو کمزور ہے اور نہ ہی لاچار (ترکی صدر رجب طیب اردوغان)

حجاج بن یوسف کا انتقال

ملتان کی فتح کے وقت ۹۵ھ میں حجاج بن یوسف کا عراق میں انتقال ہوگیا۔ خلیفہ ولید بن عبدالملک کو جب حجاج بن یوسف کی وفات کا حال معلوم ہوا تو اُس نے حجاج کے مقرر کئے ہوئے عہدداروں کو بحال رکھا محمد بن قاسمؒ کے پاس بھی ملکِ سندھ کی سندِ گورنری بھیج دی محمد بن قاسمؒ کے پاس حجاج بن یوسف کے فوت ہونے کی خبر اور خلیفہ کی طرف سے سندھ کی حکومت کا فرمان ملتان ہی میں پہنچ گیا تھا

حجاج کی وفات کے بعد خلیفہ ولید بن عبدالملک نے مشرقی ممالک کے تمام گورنروں کے پاس احکام بھیج دیا تھا کہ اب تم فتوحات اور پیش قدمیوں کو روک کر اپنے آپ کو کسی نئے خطرے میں ہرگز نہ ڈالو مشہور سپہ سالار قتیبہ بن مسلم کے پاس بھی جو چین کی طرف فتوحات حاصل کر رہے تھے اسی قسم کا حکم پہنچا تھا اور وہ آگے بڑھنے سے رُک گئے تھے اُس کا سبب یہ تھا ولید بن عبدالملک اپنے بھائی سلیمان بن عبد الملک کو ولی عہدی سے معزول کر کے اپنے بیٹے کو ولی عہد بنانا چاہتا تھا اس کام میں حجاج اور اُس کے گروہ کے تمام سردار خلیفہ ولید کے طرف دار تھے سوائے محمد بن قاسمؒ کے اس لئے کہ اُنھوں نے بذاتِ خود سلیمان بن عبدالملک سے کوئی بُرائی نہ کی تھی اُنھوں نے اُس کی ولی عہدی سے معزولی کا ذرا سا اشارہ بھی ولید کو نہ کیا تھا مگر سلیمان بن عبدالملک کے طرفدار بھی بہت سے سردار اور با اثر علماء تھے اس لئے ولید بن عبد الملک کو اپنے ارادے کے پورا کرنے میں حجاج بن یوسف کی وفات کے سبب خطرات نظر آنے لگے تھے اور وہ محمد بن قاسمؒ اور قتیبہ بن مسلم وغیرہ مشرقی ممالک کے سرداروں کو ضرورت کے وقت کام میں لانے کے لئے فارغ رکھنا ضروری سمجھتا تھا اور جب تک کہ اپنے بھائی سلیمان کو ولیعہدی سے معزول کر کے اپنے بیٹے کو ولی عہد نہ بنالے اُس وقت تک محمد بن قاسمؒ اور حجاج بن یوسف کے گروہ کے تمام سرداروں کو کسی لڑائی میں مصروف ہونے سے باز رکھنا چاہتا تھا مگر حجاج بن یوسف کی وفات سے سات ماہ بعد ۹۶ھ میں ولید بن عبدالملک فوت ہوگیا اور اُس کی جگہ سلیمان بن عبدالملک تخت نشین ہوا۔ سلیمان بن عبدالملک خوب اچھی طرح جانتا تھا کہ حجاج بن یوسف میرا سب سے بڑا دشمن تھا کیوں کہ وہ مجھ کو تخت سے محروم رکھنے کی تدبیروں میں ولید بن عبدالملک کا معاون اور ہم خیال تھا لہذا سلیمان بن عبدالملک تخت نشین ہو کر تمام حجاجی سرداروں کو معزول کیا قتیبہ بن مسلم بھی اسی سلسلہ میں شہید ہوئے سندھ سے محمد بن قاسمؒ کو بھی معزول کر کے بُلوایا عراق کی گورنری پر صالح بن عبدالرحمٰن کو مقرر کیا جو کسی وجہ سے حجاج بن یوسف کا جانی دشمن تھا یہی صالح بن عبدالرحمٰن نے ایک سازش کے تحت محمد بن قاسمؒ کو واسط کے جیل خانے میں قید کر کے قتل کرا دیا یہ اجمالاً بتایا گیا ہے تا کہ قارئین اِن سب باتوں کو ذہن نشین کر لیں ان شاء اللہ بالتفصیل آگے آئے گا اُس وقت سمجھنے میں اور آسانی ہوگی۔

محمد بن قاسمؒ کی گرفتاری اور اُن کی شہادت سے پہلے چند ضروری باتیں

اُموی خلافت کا چوتھا خلیفہ مروان بن حکم تھا۔ اپنے ہی زمانے میں اُس نے پہلے اپنے بیٹے عبدالملک کی حکومت مقرر کی اُس کے بعد دوسرے بیٹے عبدالعزیز کی حکومت مقرر کی ۸۵ھ میں عبدالملک بن مروان کی وفات ہوئی۔ وفات سے کچھ عرصہ پہلے اُس نے یہ ارادہ کیا کہ اپنے بھائی کو حکومت سے محروم کر دوں تا کہ میرا بیٹا ولید بن عبدالملک خلیفہ بن جائے۔

عبدالملک نے یہ فیصلہ کرنے سے پہلے مشورہ کیا ہر ایک نے اپنی اپنی رائے دی۔ بالآخر اپنے خاص مقربین میں سے دو اہم مُشیروں سے

مشورہ کیا وہ دو مشیر ایک قبیصہ بن ذویب اور دوسرا روح بن زنباع تھا قبیصہ نے اس کو روکا کہ خلیفہ عبدالملک بن مروان کی رحلت کے بعد اس تبدیلی کی تحسین ہوگی اور نہ ہی وعدہ خلافی کے الزام سے بچا جا سکے گا۔لیکن روح بن زنباع نے خلیفہ کی تائید کر ڈالی بلکہ یہ کہتے ہوئے ہمت دی کہ بھائی کو معزول کرنے کا یہ فائدہ ہوگا کہ دو مینڈھوں کے آپس میں سینگ نہ ٹکرائیں گے۔خلیفہ عبدالملک بن مروان ابھی اس سلسلے میں متردد تھا کہ اُس کو یہ خبر پہونچی کہ اُس کا بھائی عبدالعزیز بن مروان دنیا سے چلا گیا جسے معزول کرنے کی خاطر سازش ہو رہی تھی۔

خلیفہ عبدالملک نے اپنے مُشیر روح بن زنباع سے خوش ہو کر کہا کہ: اے ابوزرعہ! جس مسئلے پر میرا اور آپ کا اتفاق ہوا تھا جس کے حل کرنے میں مشکل پیش آ رہی تھی اُس مسئلہ کو خود اللہ تعالیٰ نے آسانی کے ساتھ حل کر دیا ہے۔

اب دیکھئے جس اُلجھن نے عبدالملک بن مروان کے دل کو مضطرب کیا ہوا تھا اُسے موت نے حل کر دیا ہے۔اُسے ملک الموت کے ہاتھوں اپنے بھائی سے نجات اور راحت ملی پھر خلیفہ عبدالملک بن مروان نے اپنے دونوں بیٹوں کے لئے خلافت کا عہد لیا پہلے ولید بن عبدالملک کے لئے پھر اُس کے بعد سلیمان بن عبدالملک کے لئے۔

اِن دونوں کے لئے بیعت نامہ لکھوا کر مختلف شہروں میں بھیجا سب لوگوں نے بیعت کر لی سوائے سعید بن مسیب کے کہ وہ اس سے باز رہے۔اپنے باپ عبدالملک کی وفات کے بعد خلافت کا منصب ولید بن عبدالملک کے پاس آیا اُس نے بھی وہی چاہا جو اُس کے باپ نے چاہا تھا کہ اپنے بھائی سلیمان بن عبدالملک کو عہدِ خلافت سے محروم کر کے اُس کی جگہ اپنے بیٹے عبدالعزیز بن ولید کو مقرر کرے یوں خلافت بیچاری بھائیوں کے بجائے بیٹوں کو منتقل ہوتی رہی۔

ولید بن عبدالملک نے اس بارے میں بہت کوشش کی اُس کے لئے راہ ہموار کی لوگوں کو اُس کی طرف دعوت دی مگر اکثریت نے قبول نہ کیا۔اُس کے بھائی سلیمان بن عبدالملک کو عہدِ حکومت سے معزول کرنا عوام کو بہت بُرا لگا مگر حجاج بن یوسف ثقفی امیرِ عراق اور عظیم سپہ سالار غازی قتیبہ بن مسلم بعض دیگر خواص نے ولید بن عبدالملک کے ساتھ ہو گئے اور اُس کے فیصلہ کو صحیح قرار دیا۔

شعراء کی ایک جماعت بھی عبدالعزیز بن ولید کے حق خلافت کی علمبردار بن بیٹھی اُنھوں نے بھی لوگوں کو اِس کی دعوت دی کہ چچا سلیمان کے بجائے بھتیجا عبدالعزیز بن ولید زیادہ حقدار ہے۔شُعراء نے خلیفہ ولید کو اپنے بھائی سلیمان بن عبدالملک کے معزول کرنے پر اور بیٹے عبدالعزیز بن ولید کے تقرر پر اُکسایا۔لیکن بعض باتدبیر خواص نے خلیفہ ولید کو اشارہ دیا کہ اپنے بھائی سلیمان کو جبراً اور قوت کے ذریعہ معزول نہ کریں بلکہ سلیمان خود آگے آ کر اپنی مرضی سے ولی عہدی کے منصب سے دستبردار ہو تو بہتر ہے اور وہ خود اپنے بھتیجے عبدالعزیز بن ولید کی بیعت پر راضی ہو جائے تو بہت اچھا ہے۔

بہرِ حال اس مشکل کام کو حل کرنا آسان نہیں تھا۔قوت کا استعمال یا نرمی کی مداخلت پورے عمل کو بدمزہ کر دیتی ہے یقیناً معزولی جیسا عمل ماتھے پر کلنک کا ٹکہ ہے۔ چاہے بادشاہ کی طرف سے معزولی کا حکم ہو، چاہے صاحبِ حق کا بذاتِ خود اُس سے دستبردار ہو جانا ہو۔

بہت غور و خوض کے بعد خلیفہ ولید بن عبدالملک نے اپنے بھائی سلیمان بن عبدالملک کو خط لکھا کہ ولی عہدی سے دستبردار ہونے کا اقرار

کرلیں۔سلیمان بن عبدالملک نے کوئی عذر پیش کر دیا یا بیماری کا بہانہ ظاہر کر دیا پھر ولید بن عبدالملک نے اپنے بھائی کے پاس جانے کا ارادہ کیا خواص کو بھی اپنے ساتھ چلنے پر آمادہ کیا تاکہ جلدی سے اپنے بھائی کی معزولی حاصل کر کے اپنے بیٹے کو ولی عہد بنائے لیکن موت اِس مرتبہ پھر ولید اور اُس کی تمنا کے درمیان حائل ہوگئی اپنے بیٹے عبدالعزیز کے لئے ولی عہدی کی حیلہ سازی ناتمام رہ گئی کیوں کہ ولید بن عبدالملک دنیا سے رُخصت ہوگیا۔اب اُس کے بھائی سلیمان بن عبدالملک کا دور شروع ہوگیا جس نے بطورِ خلیفہ جدید کے اپنی دلی نفرتوں کے بدلے لینے کا آغاز کر دیا۔

سلیمان بن عبدالملک اُن لوگوں کے خلاف نہایت کینہ پرور ثابت ہوا جنھوں نے اُس کے بھائی ولید بن عبدالملک کی ہاں میں ہاں ملائی تھی کہ سلیمان بن عبدالملک کو معزول کر ڈالے اِس مہم میں سب سے زیادہ سرگرم حجاج بن یوسف ثقفی تھا۔

اس لئے سلیمان بن عبدالملک خلافت سنبھالنے سے پہلے ہی حجاج بن یوسف اور اُس کے اہل وعیال اور اُس کے خواص بلکہ سارے قبیلۂ ثقیف کا نام ونشان مٹانے کے لئے بے تاب تھا اس لئے کہ حجاج بن یوسف ثقفی نے سلیمان بن عبدالملک کی ولی عہدی کے خاتمے کی کوشش کی تھی۔

اس لئے جو جو اُس کے بھائی ولید بن عبدالملک کے ہاں میں ملائے تھے خلافت ملتے ہی اُن سب کو امارت سے معزول کر کے سخت سے سخت تکالیف اور مصائب میں گرفتار کر کے قتل کر دیا چنانچہ قتیبہ بن مسلم کو امارتِ عراق وخراسان سے معزول کر دیا اُس کی جگہ یزید بن مہلب کو مقرر کر دیا اور قتیبہ بن مسلم کے ساتھ اُن کے گیارہ بھائیوں اور بھتیجوں کو بھی نہایت بے دردی کے ساتھ قتل کروا دیا۔

سلیمان بن عبدالملک حجاج بن یوسف سے بدلہ لیتا کہ اللہ تعالیٰ نے خلیفہ ولید بن عبدالملک کی وفات سے پہلے ہی حجاج بن یوسف کو موت دیدیا اور حجاج بن یوسف سلیمان بن عبدالملک کے شر سے محفوظ رہا سلیمان اُسے کوئی تکلیف یا سزا نہ دے سکا نہ اُس کے قتل کا حکم صادر کر سکا جیسے قتیبہ بن مسلم کو قتل کروا چکا تھا۔لیکن سلیمان بن عبدالملک نے یزید بن مہلب کو آلِ حجاج بن یوسف کو کچلنے کا حکم دیدیا اور یزید وہی شخص تھا جس کے دل میں حجاج بن یوسف اور آلِ حجاج کا کینہ سینہ میں بھرا ہوا تھا اِس لئے کہ حجاج بن یوسف نے اپنے زمانے میں اُس کو کسی وقت خراسان سے معزول کیا تھا۔اسی طرح محمد بن قاسمؒ جن کے متعلق سلیمان بن عبدالملک برسوں سے اپنے دل میں کراہت پالتا رہا تھا اُس کو سندھ کی سرداری سے معزول کرنے کا اور اُس کی گرفتاری کا حکم دیدیا۔

حالانکہ محمد بن قاسمؒ نے سلیمان بن عبدالملک کے خلاف قطعاً کوئی حرکت کبھی نہیں کی تھی وہ تو اپنے کام میں مشغول تھے اُنھوں نے پورے سندھ کو مسخر کیا ملتان پر تسلط جمایا اور راجستان اور گجرات کاٹھیاواڑ کے بہت سے شہروں کو فتح کیا اور مفتوحہ علاقوں میں مسجدیں تعمیر کرائیں مدرسے قائم کئے اور قرآن وحدیث کی تعلیم کے لئے اساتذہ مقرر کئے اور اُن کی ہمت کی داد دیجئے کہ حجاج بن یوسف کی وفات کے بعد بھی وہ اسی طرح فتوحات اور ملک داری میں مصروف رہے جیسا کہ حجاج بن یوسف کے زمانے میں تھے وہ خالص فوجی تھے،صحراؤں اور جنگلوں میں گھومنا اور فوجی وردی کے ساتھ خیموں میں رہنا اُن کا اصلی مشغلہ تھا دارالسلطنت کی سیاسی کھیلوں سے اُن کو کوئی تعلق نہ تھا لیکن افسوس ہے کہ وہ اسی کی نذر ہوگئے۔

اُن کے پاس جس قدر فوج تھی وہ سب کی سب دل وجان سے اُن پر فدا تھی اور اُن کے ہر حکم کو بجالانے والی تھی اور یہی سب سے بڑی دلیل تھی اس بات کی کہ محمد بن قاسمؒ نہایت اعلیٰ درجہ کے سپہ سالار تھے ایسے بہترین عظیم الشان نوجوان کو اگر تربیت کی جاتی اور اُن سے کام لیا جاتا تو وہ سلیمان بن عبدالملک کے لئے تمام براعظم ایشیاء کو چین وجاپان تک فتح کر دیتے لیکن سلیمان بن عبدالملک نے جذبہ عداوت سے مغلوب ہوکر یزید بن ابی کبشہ کو سندھ کا والی بنا کر بھیجا اور حکم دیا کہ محمد بن قاسمؒ کو گرفتار کر کے بھیج دو ۔

بہر حال یزید بن ابی کبشہ نے محمد بن قاسمؒ کو ایسی سنگدلی سے ملکِ سندھ سے گرفتار کیا جس گرفتاری کے وہ قطعاً حقدار نہیں تھے اِس لئے کہ اُن کی فتوحات کے کارنامے عظیم الشان تھے۔محمد بن قاسمؒ کو زنجیروں میں جکڑ کر مشکیں کسیں گئیں جیسے کسی سنگین اور خطرناک مجرم کو ماتھے کے بالوں اور پاؤں سے باندھا جاتا ہے اس حالت میں قید خانے میں رکھا گیا۔

پاؤں میں بھاری لوہے کی بیڑیاں،اور ہاتھوں میں وزنی ہتھکڑیاں،پتھر دل جلادوں بے رحم نگرانوں کی زیرِ حراست جن کا نگرانِ اعلیٰ معاویہ بن مہلب تھا عراق کی سرزمین کی طرف لے جایا گیا اور عراق کی سرزمین میں پہنچتے ہی عراقی قید خانہ میں رکھ کر اور سخت سے سخت تکالیف اور مصائب اور سختیوں میں مزید اضافے کر دئے گئے بے شک محمد بن قاسمؒ اپنی قوم بنوعقیل کے ساتھ قید میں پڑے ہوئے ہیں جب رات چھا جاتی تو اُنھیں طرح طرح کی سزائیں دی جاتیں جب صبح کے وقت سورج کی شعاعیں جیل کے سلاخوں میں سے اندر پہنچتیں پھر سزا کا دور شروع ہو جاتا۔

مؤرخ ابنِ اثیر نے یہاں ابنِ قاسمؒ کی زبانی،اس شعر سے اُس کی تصویر کشی کی ہے۔

اَضَاعُوْنِیْ وَاَیَّ فَتًی اَضَاعُوا

لِیَوْمِ کَرِیْھَۃٍ وَسَدَادِ ثَغْرٍ

اُنھوں نے مجھے ضائع کر دیا کیسے نوجوان کو اُنھوں نے لڑائی کی مصیبتوں کے حوالے کیا جبکہ چاروں طرف راستے بند ہو چکے تھے؟ محمد بن قاسمؒ کتنی خوبصورت مثال یہاں پیش کئے ہیں! مگر افسوس صد افسوس کہ اُن کی فریادِ غم کو نہ کوئی سننے والا تھا اور نہ کوئی جواب دینے والا تھا۔سلیمان بن عبدالملک نے ایک بے باک مجاہد اسلام کی بے نیام تلوار،عظیم نوجوان کو ضائع کر دیا یہ وہ نوجوان تھا جو دشمنوں پر ہمیشہ بھاری رہا اور فاتح رہا کسی اور کے گناہ میں پکڑا گیا کسی اور کے قصور میں سزا دیا گیا۔

علامہ ابن اثیرؒ نے لکھا ہے کہ محمد بن قاسمؒ کی گرفتاری پر اہلِ سندھ روئے تھے اُنہیں آنسوں بہانے کا حق حاصل تھا کیوں کہ محمد بن قاسمؒ نے چڑھتی جوانی میں اُن کے علاقے اور دل فتح کئے تھے بلند مقام ومرتبہ ہونے کے باوجود مغرور نہ تھے وہ بہترین مسلمان کا نمونہ پیش کر رہے تھے نہایت حوصلہ منداور جنگی بہادر تھے عدل اور انصاف قائم کرنے والے تھے بہت زیادہ سخی تھے بہت زیادہ عفو ودرگزر کا معاملہ کرنے والے تھے یہی وجہ تھی کہ لوگوں کی روحیں اُن کی شخصیت میں معلق ہو کے رہ گئیں تمام اہلِ سندھ کے دل اُن کی محبت میں مجبور ہو کے رہ گئے ۔گرفتاری کے بعد اہلِ سندھ محمد بن قاسمؒ کے بارے میں ہر وقت منتظر رہتے تھے کہ پھر وہ کب یہاں واپس آئیں گے اہلِ سندھ اُن کے انتظار میں پُر اُمید ہو کر آنسو بہاتے رہتے تھے لوگ محمد بن قاسمؒ کی جدائی سے اپنے آپ سے بیزار تھے اہلِ سندھ وہند نے محمد بن قاسمؒ کی

یادیں تازہ رکھنے کے لئے اُن کا بت تراش لیا اُنھوں نے شہرِ کیرج میں یہ مجسمہ نصب کیا جسے محمد بن قاسمؒ نے ۹۵ھ میں فتح کئے تھے اہلِ سندھ و ہند کے نزدیک یہ اظہارِ محبت کی علامت سمجھی جاتی تھی۔

قدیم خون کا جوشِ انتقام

سلیمان بن عبدالملک کو تمام آلِ حجاج سے انتقام لینے کی چند مجبوریاں لاحق تھیں، جو اُس کے ولی عہدی کے خاتمے کے بارے میں تھیں۔ بڑی ناگوار وجہ یہ تھی کہ اُس کی جگہ ولید اپنے بیٹے کے لئے راہ ہموار کرہا تھا یہ اگرچہ تقاضائے عدل کے خلاف تھا اور حجاج بن یوسف کا ایسے موقع پر ولید کا ساتھ دینا بھی انصاف کے خلاف ہی تھا لیکن یہ کہاں کا انصاف ہے کہ حجاج بن یوسف کے جرم کی سزا ایک بے گناہ جو لاکھوں کروڑوں مظلوموں کے دل میں بسا ہوا تھا جوامتِ مسلمہ کی ماؤں اور بہنوں اور بیٹیوں کے لئے اُس وقت جب وہ قیدی بن کر قید خانہ میں رہیں اور اُن کی ساری اُمیدوں پر اُس وقت پانی پھر گیا جس وقت وہ یہ دیکھ رہی تھیں کہ ہمارے مسلم بھائیوں کو مسلسل شکست کا سامنا ہے جس کی وجہ سے اُن کی رہائی کی کوئی راہ ہموار نہیں ہو رہی تھی اُس وقت وہ اُن کے لئے آخری کرن بن کر نمودار ہوا اور ہر مظلوم کی مایوسی کی اندھیری رات میں روشن سورج بن کر طلوع ہوا جس سے میری مراد محمد بن قاسمؒ ہیں اُن کو سزا دی جائے۔

ابنِ اثیر نے بیان کیا ہے کہ سلیمان بن عبدالملک نے یزید بن مہلب کو عراق کا گورنر مقرر کیا تھا اور صالح بن عبدالرحمٰن کو خراج وصول کرنے والا بنایا تھا اسی صالح بن عبدالرحمٰن کو حکم دیا تھا کہ بنو عقیل کو قتل کرے سخت سے سخت سزائیں دے اور یزید بن مہلب کو خود اُن سزاؤں کی نگرانی کرنے کا حکم دیا تھا۔

حجاج بن یوسف کی موت نے بھی اِس آتشِ انتقام کو ٹھنڈا ہونے نہ دیا بلکہ توقع سے زیادہ اُس کے خاندان اور قوم پر انتقام کے شعلے برسائے صالح نے خاندانِ حجاج سے جو انتقامی کاروائیاں کیں اُس کے پسِ پردہ کونسا راز مخفی تھا؟ آیئے دیکھتے ہیں۔ بظاہر تو صالح ٹیکس کلکٹر ہی تھا۔ لیکن حجاج بن یوسف اور صالح کے مابین پُرانی انتقامی چنگاری سُلگ رہی تھی۔ اس لئے کہ اہلِ عرب اپنی آبائی دیرینہ کہانیوں کو بُھلایا نہیں کرتے۔ مختصر قصہ یہ ہے کہ جب حجاج بن یوسف عراقی امارت کی لگام ابھی تازہ تازہ سنبھالا تھا اُس وقت عراق میں خوارج کی سخت لڑائیاں جاری تھیں اس قوم کی ارواح، فکر و شعور کی راہوں میں بھٹک رہی تھیں۔ اُنھیں اپنے پیش کردہ نظریات پر ناز تھا اور وہ خوب ڈٹ گئے اُن سے اختلافِ رائے کرنا گویا موت کو دعوت دینا تھا۔ تاریخ نے تشدد کی گواہی کہیں ایسی پیش نہیں کی جو خوارج کے متعلق پیش کی ہے اُنھوں نے اُموی خُلفاء کی خواب گاہوں کا سکون برباد کر دیا تھا اُن کی متشددانہ کاروائیوں سے اُن کی آنکھیں نیند کو ترس گئی تھیں۔ بالآخر حجاج بن یوسف نے خوارج کے خلاف لوگوں کو جنگ کرنے پر اُکسایا اُن سے مقابلہ کرنے اور نمٹنے کی ذمہ داری مہلب ابن ابی صفرہ کے سپرد کیا۔ حجاج بن یوسف کے سامنے جو خارجی بھی لایا جاتا اُسے وہ فوراً قتل کر دیتا یہاں تک کہ اُس نے اپنے ہاتھوں سے خلقِ کثیر کو موت کے منہ میں دھکیل دیا۔ صالح بن عبدالرحمٰن کا ایک بھائی تھا جس کا نام آدم تھا خوارج کی لہر اُسے بھی بہا کر لے گئی یعنی وہ خارجی بن گیا اس کی وجہ سے وہ ہر طرح کی مصیبتیں برداشت کرتا رہا ایک دن گرفتار ہو کر حجاج بن یوسف کے سامنے آیا حجاج بن یوسف نے اُسے قتل کر دیا صالح اُسی وقت سے ہی اپنے بھائی آدم کے غم میں تڑپ رہا تھا حجاج بن یوسف پر اُس کو بہت زیادہ غصہ تھا لیکن اُس کا

کوئی بس نہیں چلتا تھا جیسے جیسے زمانہ گزرتا گیا اُس کے دل میں حجاج سے اپنے بھائی کا انتقام لینے کی آگ بڑھتی چلی گئی لیکن ولید کے وفات سے پہلے ہی حجاج بن یوسف انتقال ہو گیا اُس کے خون کے پیاسوں کو اپنے انتقام لینے کا موقع ہی نہ مل سکا کہ وہ اُسے اذیت ناک موت دے کر اپنے انتقام کی آگ کو بُجھاتے لیکن ایسا نہ ہو سکا اسی لئے حجاج بن یوسف پر جتنا غصہ تھا وہ حجاج بن یوسف کے خاندان پر نکلا اور اُن میں بھی خصوصی طور پر محمد بن قاسم ثقفیؒ پر نکلا۔

بے گناہ محمد بن قاسم ثقفیؒ پر تہمت

پیچھے آپ نے پڑھا کہ راجہ داہر کے قتل ہونے کے بعد اُس کی بیٹی سیتا گرفتار ہوئی پھر اُس کے کچھ کرتوت کی وجہ سے وہ دمشق خلیفہ کے پاس بھیج دی گئی شہزادی سیتا بالآخر بنو اُمیہ کے کسی گھرانے میں اتنی خوش نصیب نہ تھی جتنی خوش نصیب وہ شیخ صفوان کے گھر میں پُرسکون تھی چونکہ صالح بن عبدالرحمٰن اپنے بھائی آدم کے قتل کا بدلہ حجاج سے کیسے لیتا؟ وہ تو پہلے ہی فوت ہو چکا تھا اس لئے حجاج بن یوسف کا سارا غصہ محمد بن قاسمؒ پر اُتار دیا ابن قاسم کا گناہ صرف یہ تھا کہ وہ حجاج بن یوسف کا قریبی رشتہ دار تھا چنانچہ صالح بن عبدالرحمٰن جب واسط شہر کے ٹیکس محل میں قیام پذیر تھا اس دوران کسی سے سُن لیا کہ ایک سندھی جوان عورت دمشق میں موجود ہے اُس عورت کے چہرے پر حکمرانی کے آثار اور سندھی راجاؤں کی نسبتیں نظر آتی ہیں۔

سندھ فتح کرتے وقت اُس کے باپ راجہ داہر کو محمد بن قاسمؒ کے لشکر نے قتل کر دیا تھا صالح بن عبدالرحمٰن نے سوچا کہ کیوں نہ اس خاتون سے مل کر ایک سازش تیار کی جائے جو اس خاتون کے مقصد کو پورا کرتی ہو اور اُسی سے میں ابن قاسمؒ کو شہید کروا کر اپنے بھائی آدم کا بھی انتقام لے لوں۔ صالح بن عبدالرحمٰن کو یہ بات معلوم ہو گئی کہ کنیز سیتا شیخ صفوان کے گھر میں ہے تو صالح سیدھا شیخ صفوان کے گھر پہنچا جو اُس کا بہت قریبی دوست تھا باتوں باتوں میں صالح نے سندھی شہزادی سیتا کا ذکر چھیڑ دیا اُس کے سلسلے میں دلچسپی سے معلومات لینا چاہا بالآخر سندھی شہزادی سیتا کو بلا بھیجا تا کہ عراق سے آئے ہوئے مہمان صالح کو دیکھے جو بصرہ کا خراج گورنر مقرر رہا تھا۔ صالح اور کنیز سیتا کے درمیان بات چیت شروع ہوئی سیتا کے دبے ہوئے گہرے رنج و غم کو صالح طرح طرح کے سوالات کر کے اُبھار رہا تھا اُسے کبھی والد کے قتل ہونے کی بات یاد دلاتا کبھی اس کے والد راجہ داہر کے محل کا ماضی یاد کرواتا جہاں اُس نے نشو نُما پایا تھا جہاں محل کی کنیزیں اُس کے قدم چوما کرتی تھیں کبھی اُسے قیدی بنانے کی بات یاد دلاتا کہ محمد بن قاسمؒ نے اُسے کیسے قیدی بنا کر اُموی محل میں بھیجا تھا وغیرہ وغیرہ۔

سیتا نے صالح کے سامنے آزادی اور اپنے وطن واپسی کا ذکر کیا تو صالح نے اُس سے کہا میں تیری آزادی اور وطن واپسی کا ایک حل سمجھتا ہوں اور میں اُمید کرتا ہوں کہ تیری یہ تمنا پوری ہو کر رہے گی تجھے کوئی تکلیف اُٹھانی نہیں پڑے گی صرف تیرے لبوں کی ذرا سی جُنبش تیری مشکلات کو حل کر دیگی۔

سیتا نے کہا: اے محترم محمد بن قاسمؒ نے مجھے قیدی بنا کے برباد کر دیا میرے باپ کو قتل کر کے نابود کیا سارے سندھ کو فتح کر کے غارت کیا میرے باپ کا قتل اور میری قید کی سختیاں اُمید ہے کہ اب زیادہ وقت نہیں گزرے گا کہ میں اُن سب کا بدلہ محمد بن قاسمؒ سے لے لوں گی۔

صالح نے کہا اے سیتا کیا تیرے دل میں محمد بن قاسمؒ کی اتنی نفرت ہے اُس نے کہا: ہاں! اُس کے بعد صالح نے کہا: اے مظلوم شہزادی

آپ کا کیا خیال ہے؟ اگر میں اپنے محبوب خلیفہ سلیمان بن عبدالملک تک تیری یہ درد بھری کہانی بنا کر پہنچاؤں کہ محمد بن قاسمؒ نے جب تیرے باپ کو قتل کیا تو وہ تیرے ساتھ زیادتی کیا یعنی ابن قاسمؒ پا کدامن نہیں رہا اور محافظ بن کر نہ رہا کیا یہ تجھے منظور ہے؟ اُس نے کہا ہاں منظور ہے۔

صالح بن عبدالرحمٰن نے خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کے دربار میں حاضر ہو کر محمد بن قاسمؒ کے سلسلے میں غلط غلط باتیں بنا بنا کر بتا دیا اور کہا کہ محمد بن قاسمؒ جو حجاج بن یوسف کا قریبی رشتہ دار ہے اُس نے راجہ داہر کی بیٹی سیتا پر فحش دست درازی کی اور اُس خاتون کی عصمت دری کر دیا۔ خلیفہ سلیمان بن عبدالملک نے پوچھا کہ اے صالح! یہ بری خبر تجھے کس نے بتایا؟ صالح نے کہا: مجھے اس عورت نے خود بتایا جو محمد بن قاسمؒ کی ہوس کا شکار ہوئی وہ بیچاری شیخ صفوان کے گھر میں موجود ہے خلیفہ سلیمان بن عبدالملک نے محمد بن قاسمؒ کے قتل کا حکم دیدیا صالح بن عبدالرحمٰن نے محمد بن قاسمؒ کو جیل میں سزائے موت دیدیا انا للہ و انا الیہ راجعون

جان دی، دی ہوئی اُسی کی تھی

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

صالح بن عبدالرحمٰن نے محمد بن قاسمؒ کے ساتھ ساتھ اُن کے خاندان کے افراد کو بھی موت کی نیند سُلا دیا۔

ہندوستانی لوگوں کا محمد ابن قاسمؒ کی موت پر رونا

مولانا قاضی محمد اطہر مبارک پوریؒ محمد ابن قاسمؒ کی رواداری حسنِ سلوک اور عدل و مساوات کے ہندو معاشرے پر اثرات کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ: ہندوستان کے عوام و خواص اپنے اس عادل و منصف اور بے نظیر امیر کے لئے مدتوں تڑپتے رہے اور اُس کی جدائی اور موت پر اُن کی آنکھیں یوں روئیں کہ اُن کے آنسوں محمد بن قاسمؒ کے مرثیے کا عنوان بن گئے (خلافتِ امویہ اور ہندوستان ص ۱۲۳)

نامور مؤرخ بلاذریؒ نے لکھا ہے فَبَکٰی اَھْلُ الْھِنْدِ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَصَوَّرُوْہٗ بِالْکِیْرِجِ (فتوح البلدان ص ۶۱۸) کہ اہلِ ہند محمد بن قاسمؒ کی موت اور بچھڑنے پر روئے اور اُن کی یاد میں مقامِ کیرج میں اُن کا مجسمہ بنائے۔

ضمیر کی بیداری

سیتا نے اب سکھ کا سانس لیا اپنے مکر و فریب کا ثمرہ پا لیا جو اُس نے محمد بن قاسمؒ کے خلاف تیار کیا تھا صالح بن عبدالرحمٰن سیتا سے جو وعدہ آزادی کا کیا تھا اور اُس کو بحفاظت اُس کی قوم تک سندھ میں پہنچانے کا وعدہ کیا تھا وہ بھول گیا اب صالح تو اپنے کام میں لگ گیا اور سیتا نہ ہی آزاد ہوئی اور نہ ہی بحفاظت اپنے قوم تک پہنچ سکی کئی دنوں بعد سیتا کو محمد بن قاسمؒ کے احسنات یاد آئے اور صالح بن عبدالرحمٰن کی وعدہ خلافی بھی اُسے ستانے لگی دھیرے دھیرے سیتا اپنے کئیے پر خود کو بہت زیادہ ملامت کرتی رہی یہاں تک کہ سیتا ذہنی عذاب میں مبتلا ہوگئی آخر کار سیتا نے بذاتِ خود ہمت کر کے صفوان کو ساری باتیں وضاحت کے ساتھ بتا دی کہ میں نے صالح بن عبدالرحمٰن کے سامنے غلط بیانی کر کے بہت بڑا جھوٹ گھڑا ہے کہ نعوذ باللہ محمد بن قاسمؒ میری عزت کے ساتھ کھیلا تھا، اور نہ ہی میری عصمت تار تار کی تھی، لیکن خدا گواہ ہے کہ میں قصوروار اور خطا کار جھوٹی اور مکار نکلی جو ایک بے گناہ محمد بن قاسمؒ پر تہمت باندھی سچ تو یہ ہے کہ میں نے اُس کو شرافت کا پتلا پایا

پاکباز اور پاکدامن پایا اور دیانتدار پایا کون اِن باتوں کو خلیفہ سلیمان بن عبدالملک تک پہنچائے گا صفوان نے کہا اے میری بہن میں اِن تمام باتوں کو خلیفہ تک پہنچاؤں گا۔ آخر کار صفوان یہ پیغام لے کر خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کے محل تک پہنچا جو کچھ سیتا سے سُنا تھا لفظ بہ لفظ سب دُہرادیا سلیمان بن عبدالملک میں کچھ نہ کچھ انصاف کا عنصر موجود تھا اِسلئے سلیمان پر محمد بن قاسم کا قتلِ ناحق بہت شاق گزرا جو ایک بہتان تراشی کے نتیجے میں ہوا اب سیتا کے قتل کا حکم دیدیا کیوں کہ یہ محمد بن قاسمؒ کے قتل کا سبب بنی تھی۔

محمد ابن قاسمؒ کی رواداری غیروں کی نظر میں

(۱) محمد بن قاسمؒ کے اعتدال اور رواداری کے متعلق ڈاکٹر بینی پرشاد کیا لکھتے ہیں

محمد بن قاسمؒ کے اعتدال اور رواداری کے متعلق ڈاکٹر بینی پرشاد لکھتے ہیں کہ: ہندوستان میں کسی حکومت کے مقبول ہونے کے لئے ایک ضروری شرط یہ بھی ہے کہ اس کے باشندوں کو مذہبی فرائض انجام دینے اور عبادت کرنے میں آزادی ہو ہندوستان کے مسلم حملہ آوروں نے مذہبی رواداری کی اہمیت کو بہت جلد محسوس کرلیا تھا اور اپنی حکمتِ عملی اسی کے مطابق بنائی آٹھویں صدی میں محمد بن قاسمؒ نے سندھ میں اپنی حکومت کا جو نظم ونسق قائم کیا وہ اعتدال اور رواداری کی روشن مثال ہے (ہسٹری آف جہانگیر ص ۸۸/۸۹)

(۲) الٰہ آباد یونیورسٹی کے سابق ہندو پروفیسر ڈاکٹر ایشوری پرشاد نے محمد ابن قاسمؒ کی رواداری کو لے کر کیا لکھتے ہیں

الٰہ آباد یونیورسٹی کے سابق ہندو پروفیسر ڈاکٹر ایشوری پرشاد نے محمد ابن قاسمؒ کی رواداری کو لے کر لکھتے ہیں کہ سندھ پر محمد بن قاسمؒ کا حملہ تاریخ کی رومانوی داستانوں میں سے ایک ہے اُن کی جرأت مندی، بہادری اور فوجی مہمات کے درمیان اُن کی روادارانہ، شریفانہ برتاؤ اور آخر میں اُنہوں نے نوجوانی میں سپہ گری کے جو جوہر دکھائے اس سے اُن کی ذات سے بڑی امیدیں بندھ گئیں محمد بن قاسمؒ نے اپنے جھنڈے کے نیچے اُن جاٹوں اور میدوں کو جمع کیا جو ہندوؤں کی غیر روادارانہ حکومت سے عاجز تھے اور بہت ذلت برداشت کررہے تھے۔ وہ گھوڑے پر سوار نہیں ہوسکتے تھے، اُن کے لئے اچھے کپڑے پہننے کی ممانعت تھی اُنہیں ننگے سر رہنے کا حکم تھا۔ اس ذلت کے باعث وہ محض لکڑہارے اور غلام بن کر رہ گئے تھے اُن کے دلوں میں اپنے حکمرانوں کے عدمِ روادارانہ اور غیر منصفانہ برتاؤ کے باعث ایسا عناد بھرا ہوا تھا کہ اُنھوں نے اپنی قسمت کو ایک اجنبی یعنی فاتح محمد بن قاسمؒ کے سپرد کردیا (ہندوستان کے عہدِ ماضی میں مسلم حکمرانوں کی مذہبی رواداری ج ۱ ص ۳۶)

(۳) نامور ہندو محقق ڈاکٹر تاراچند اپنی کتاب ہسٹری آف انڈیا میں کیا لکھتے ہیں

نامور ہندو محقق ڈاکٹر تاراچند اپنی کتاب ہسٹری آف انڈیا میں لکھتے ہیں کہ: مسلمان فاتح محمد بن قاسمؒ نے مفتوحوں کے ساتھ رواداری اور فیاضی کا سلوک کیا ہندو پوجاریوں اور برہمنوں کو مندروں میں پرستش کی آزادی فراہم کی اُن سے حسنِ سلوک کا مظاہرہ کیا۔